تحقیقی مقالہ

پاکستان میں زراعت اور غذائی تحفظ

ساؤتھ ایشیاء پارٹنر شپ،پاکستان
حسیب میموریل ٹرسٹ بلڈنگ،ناصر آباد،**2** کلومیٹر رائیونڈ روڈ،ٹھوکر نیاز بیگ،لاہور
فون نمبر:**042-5311701-6** فیکس:**042-5311710**
ای میل:**info@sappk.org**

تحریر: مظہر حسین عارف

مترجم : اصباح چودھری

ایڈیٹر: انور چودھری

سب ایڈیٹر: شبنم رشید

کمپوزنگ/لے آؤٹ : شمائلہ حسان

ٹائیٹل/آرٹ ورک: محبوب علی

تعداد: **5000**(پانچ ہزار)

اشاعت ترجمہ: اگست، **2007**ء

پرنٹر: شیخ غلام علی اینڈ سنز

ناشر: ساؤتھ ایشیاء پارٹنر شپ،پاکستان

کینیڈین انٹرنیشنل ڈویلپمنٹ ایجنسی (**CIDA**)اور

سوئس ڈویلپمنٹ کو آپریشن (**SDC**)کی مالی معاونت کا شکریہ

بھوک ایک بے دخلی کی حالت ہے - زمین، آمدنی، ملازمتوں، اجرتوں، زندگی اور شہریت سے بے دخلی۔جب کسی شخص کے پاس کھانے کے لئے کچھ نہ ہو تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اسے باقی ہر شئے سے محروم کر دیا گیا ہے۔ یہ بے وطنی کی ایک جدید حالت ہے۔ یہ جیتے جی موت ہے۔۔۔۔

جوزے ڈی کاسترو

مندرجات

پیش لفظ

-1 تعارف

-2 زراعت اور غذائی تحفظ

-3 غذائی غربت

-4 دیہی پاکستان میں غذائی عدم تحفظ

-5 تدبیری امکانات

-6 کفالتی تقاضے

-7 حوالہ جات

پیش لفظ

غذاء تعلیم اور صحت چند ایسی اشیاء ہیں جن پر ہر انسان کا حق ہے۔ بد قسمتی سے غذائی افراط کی عالمی معیشت کے ہوتے ہوئے بھی دنیا میں بڑی تعداد میں لوگ بھوک کی وجہ سے مر رہے ہیں۔ہر سال کروڑوں ٹن غذا کو تلف کر دیا جاتا ہے جسے بھوک زدہ لوگوں کو کھلایا جا سکتا ہے۔اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ اس صورت حال کی روک تھام کے لئے کیا اقدامات کئے جا رہے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ عالمی اور ملکی سطح پر غذائی تحفظ کو یقینی بنانے کے کئی قوانین کے ہوتے ہوئے بھی پاکستان میں لوگوں کی اکثریت ایسے حالات میں رہ رہی ہے کہ انہیں معلوم نہیں ہوتا کہ انہیں اگلے وقت کا کھانا کہاں سے میسر ہوگا۔پاکستان میں قومی حکمت عملیوں، صنفی، طبقاتی، نسلی امتیاز اور شہری و دیہی تفریق کی وجہ سے غذائی تحفظ متاثر ہو رہا ہے۔بطور ایک زرعی معاشرہ، لوگوں کی اکثریت بالواسطہ یا بلاواسطہ زراعت سے منسلک ہے اور اپنی گذر بسر کے لئے اسی پر انحصار کرتی ہے۔

ایک ایسے ملک میں جہاں پر طاقت صرف چند ہاتھوں میں مرکوز ہو، چاہے وہ جاگیردار ہوں یا افسر شاہی، وہاں پر غریب کسی قسم کے تحفظ کے حقدار نہیں سمجھے جاتے۔جاگیردار دیہات

میں رہنے والے غریبوں پر حکمرانی کرتے ہیں اور انہیں ان کی محنت کے عوض صرف ایک قلیل حصہ دیا جاتا ہے۔پیداوار میں عورتوں کا 80 فیصد حصہ ہونے کے باوجود وہ بدترین حالات سے دوچار ہیں۔ وہ زمین کے صرف ایک فیصد حصے کی مالک ہیں۔پاکستان کے قوانین ہر انسان کو اپنی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کا حق دیتے ہیں،لیکن یہ قوانین صرف کاغذوں تک محدود ہیں۔مسلسل بگڑتی ہوئی صورتحال کے باوجودریاست اپنی عوام کو تحفظ فراہم کرنے کی جانب ٹھوس اقدام اٹھانے میں ناکام ہو چکی ہے۔

زیرِنظر مقالہ غذائی تحفظ کے تصور کو زیرِبحث لانے اور پاکستان میں عوام کی زندگیوں پر اسکے اثرات کا جائزہ لینے کے لئے تحریر کیا گیا ہے۔اس مقالہ میں ملک میں غذائی عدم تحفظ کی وجوہات اور اس کے ملکی آبادی پر مرتب ہونے والے اثرات پر وضاحت سے روشنی ڈالی گئی ہے۔اس میں نہ صرف اس مسئلے کو زیرِبحث لایا گیا ہے بلکہ پاکستان میں غذائی عدم تحفظ کو گھٹانے کے لئے باقاعدہ تجاویز بھی دی گئی ہیں۔اس سلسلے میں غذائی تحفظ کے بڑھتے ہوئے مسئلے پر سیر حاصل تجزیہ پیش کرنے پر مظہر عارف کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔یہ مقالہ واضح تصویر پیش کرتا ہے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں اور پاکستان میں غذائی عدم تحفظ کو کم کرنے کی خاطر

حقیقی اقدام اٹھانے کے لئے کیا پیش رفت کر سکتے ہیں۔

محمد تحسین

ایگزیکٹو ڈائریکٹر

سائوتھ ایشیاء پارٹنرشپ، پاکستان

1-تعارف

وزیراعظم شوکت عزیز نے اس سال پانچ لاکھ ٹن گندم کی اضافی برآمد کی منظوری دے دی ہے تاکہ بھارت کی منافع بخش منڈی تک رسائی حاصل کی جا سکے۔ گندم کی یہ برآمد نجی شعبہ کی جانب سے کی جائے گی اور اس کی ترسیل بحری راستے اور ریلویز کے ذریعے ہوگی۔ سال 07-2006ء میں گندم کی 23 ملین ٹن کی ایک بڑی فصل متوقع ہے۔ گذشتہ برس بھی گندم کی ایک بہترفصل حاصل ہوئی تھی جو کہ 21.7 ملین ٹن تھی۔ (1) تاہم، گندم کی فاضل پیداوار ملک میں غذائی تحفظ کی ضمانت نہیں دیتی۔

ایک پاکستانی شہری مقبول صاحب کے مطابق پہلے ہم گندم برآمد کریں گے اور پھر بحران کے دوران ہمسایہ ممالک سے۔'پاکستانی گندم' مہنگے داموں درآمد کریں گے۔ایک دوسرے باخبر شہری سلمان علی کا کہنا ہے کہ ماضی میں گندم کی برآمد اور پھر دارآمد میں انتہائی بے ضابطگیاں برتی گئی ہیں۔ہمارے ملک میں تاجر مافیا (جن میں وزراء، پارلیمنٹ کے بااثر اراکین اور نجی تاجر بشمول چند صنعتکار شامل ہیں) بہت مضبوط ہے اور اس بدعنوانی کے اصل نتائج ایک عام صارف کو بھگتنے پڑتے ہیں۔

حکومت صارفین کا نام لے کر فیصلے کرتی ہے لیکن حقیقت میں

ایسی برآمد/درآمد سے تاجر مستفید ہوتے ہیں نہ کہ صارفین۔ حالانکہ خوراک کے عالمی آجروں اور تقسیم کنندگان کے منافع خوری کے رجحان نے لوگوں کو اپنی بقا کے مسئلے سے دوچار کردیا ہے لیکن پھر بھی اس کے نتیجے میں سماجی اور سیاسی انقلابات کا پیدا ہونا لازمی ہے۔یہ ایک ایسی تلخ حقیقت ہے جسے کاروباری حضرات اور پالیسی سازوں نے دیدہ دانستہ طور پر نظرانداز کیا ہوا ہے۔(2)

وافر خوراک کے ہوتے ہوئے غذائی عدم تحفظ پیدا کرنا ہی غذائی سیاست کا اصل کھیل ہے۔ اس حقیقت کے ہوتے ہوئے بھی کہ عالمی معیشت ایک غذائی افراط کی معیشت ہے، پھر بھی دنیا میں تقریباً 86 کروڑ نفوس (جو کہ دنیا کی کل آبادی کا 17فیصد حصہ ہیں) روزانہ بھوک کا شکار ہو جاتے ہیں کیونکہ غذا تک ان کی رسائی نہیں ہوتی۔ آفات، امراض یا جنگوں کے مقابلے میں مسلسل بھوک کے باعث روزانہ زیادہ افراد موت کا شکار ہو جاتے ہیں اور یہ اس دور میں ہو رہا ہے جس میں دنیا کی ساری آبادی کو دو بارپیٹ بھر کر کھلانے کے لئے وافر خوراک موجود ہے۔ خوراک پیدا کرنے اور اپنے خاندان کو کھلانے پلانے کا زیادہ تر کام عورتیں ہی سرانجام دیتی ہیں۔ اس کے باوجود دیہی علاقوں میں اکثر عورتیں بھوک کا شکار رہتی ہیں۔ترقی پذیر ملکوں میں 80 فیصد خوراک عورتیں پیدا

کرتی ہیں لیکن وہ خود صرف ایک فیصد زمین کی مالک ہیں۔ (3)
بھوک کے تسلسل کا براہِ راست تعلق اس بات سے ہے کہ خوراک اور خوراک پیدا کرنے والے ضروری قدرتی وسائل بھوک زدہ لوگوں کی رسائی اور اختیار سے باہر ہوتے ہیں۔غذائی آزادی لوگوں کا حق ہے تاکہ وہ اپنی غذا کے حصول اور زراعت کے بارے خود فیصلہ کر سکیں اور ملکی زرعی پیداوار اور اسکی تجارت کا تحفظ اور نگرانی کر سکیں۔ خوراک تک لوگوں کی رسائی اور اس پر ان کے اختیار کو جو عوامل متاثر کرتے ہیں ان میں شمال وجنوب کی عالمی تقسیم، مخصوص قومی پالیسیاں ، صنف، طبقہ، نسلی تقسیم اور دیہی وشہری تقسیم شامل ہیں۔

غذائی تحفظ کیا ہے ؟

غذائی تحفظ ایک تصور ہے جو 1970ئکے عشرے کے وسط میں متعارف ہوا۔عالمی غذائی بحران کے وقت بین الاقوامی غذائی مسئلے کے بارے ہونے والی بحث میں ابتدائی طور پر جن عوامل پر توجہ مرکوز کی گئی ان میں بنیادی طور پر خوراک کی فراہمی کے مسائل، اس کی دستیابی کو یقینی بنانا اور کچھ حد تک عالمی اور قومی سطح پر بنیادی غذائی اشیاء کے نرخوں کا استحکام شامل تھے۔خوراک کی فراہمی کے نظام اور بین الاقوامی اور اداراتی

خدشات کی وجہ سے عالمی غذائی معیشت کی بدلتی ہوئی صورتِ حال منظرعام پر آ گئی جو کہ اس بحران کو بڑھانے کا باعث تھی۔اس کے بعد بین الاقوامی مذاکرات کا عمل شروع ہوا جس کے نتیجے میں 1974ئمیں عالمی غذائی کانفرنس منعقد ہوئی اور نئے اداراتی بندوبست طے کیے گئے جن میں معلومات، غذائی تحفظ کے فروغ کے لیے وسائل اور پالیسی کے مسائل پر مذاکراتی فورموں کا احاطہ کیا گیا۔ (4)

1970ئکے عشرے کے وسط کے واقعات کے بعد قحط، بھوک اور غذائی بحران کے مسائل پر بھی بہت جامع طور پر غوروخوض کیا گیا۔ نتیجتاً غذائی تحفظ کی تعریفِ نو کی گئی جس میں تسلیم کیا گیا کہ اس سلسلے میں امکانی طور پر کمزور اور متاثرہ لوگوں کا کردار ایک اہم پہلو ہے۔ ایک تیسرا بلکہ انتہائی اہم عنصرجو کہ غذائی تحفظ کے بارے موجود نقطہء نظر میں ترمیم کروانے کا باعث بنا وہ یہ حقیقت تھی کہ سبز انقلاب کی تکنیکی کامیابیوں نے ایسی کوئی خود کارانہ اور تیز پیش رفت نہیں کی جو غربت اور غذا کی کمی کی سطح کو پُراثر انداز سے گھٹاتی ہو۔

باضابطہ تعریف

1974ئکے عالمی خدشات کے پیش نظر ابتدائی طور پر خوراک

کی فراہمی کے حجم اور استحکام پر توجہ مرکوز کی گئی۔ 1974ء میں منعقد ہونے والی عالمی سربراہی کانفرنس برائے خوراک میں غذائی تحفظ کی یہ تعریف کی گئی:

> ۔"غذائی کھپت کی یکساں توسیع کو برقرار رکھنے اور غذائی پیداوار اور اس کے نرخوں کے بیچ اتار چڑھائو میں توازن رکھنے کے لئے بِلاتعطل بنیادی غذائی اشیاء کی عالمی سطح پر مناسب فراہمی کا موجود ہونا۔"

پسماندہ لوگوں کی غذا تک رسائی کے تحفظ کو شامل کرنے کے لئے 1983ء میں تنظیم برائے خوراک و زراعت (فوڈ اینڈ ایگریکلچر آرگنائزیشن) نے اپنے اس تصور میں مزید توسیع کی جس کا مقصد یہ تھا کہ غذائی تحفظ کی طلب و رسد کے توازن پر مساویانہ توجہ مرکوز کی جائے:

> "۔۔۔اس امر کو یقینی بنایا جائے کہ تمام لوگوں کو بلا تعطل اپنی ضرورت کی بنیادی خوراک تک مادی اور معاشی رسائی حاصل ہو"

1986ء میں عالمی بینک کی رپورٹ 'غربت اور بھوک' میں غذائی عدم تحفظ کے ٹھوس محرکاتی تصور پر توجہ مرکوز کی گئی۔ عمومی طور پر تسلیم شدہ اس تصور میں دو طرز کے غذائی عدم تحفظ کو متعارف کرایا گیا۔دائمی غذائی عدم تحفظ کا تعلق مستقل یا ڈھانچہ جاتی غربت اور کم آمدنی کے مسائل

سے ہے جبکہ دوسرا عارضی غذائی عدم تحفظ ہے جو کہ قدرتی آفات، معاشی طور پر ڈھے جانے یا معاشی تصادم کے باعث پیدا ہونے والے شدید دبائو کے ادوار سے ہے۔ غذائی تحفظ کے اس تصور کی مزید اس طرح تشریح کی گئی:

"ایک توانا اور صحت مند زندگی کے لئے تمام افراد کی مناسب خوراک تک بلا تعطل رسائی"۔

1990ء کی دھائی کے وسط تک غذائی تحفظ کو ایک اہم معاملے کے طور پر تسلیم کیا گیا اور اس کے دائرہ کار کو وسیع کر کے فرد سے عالمی سطح تک بڑھا دیا گیا۔ تاہم غذا تک رسائی سے مراد یہ لی جانے لگی کہ افراد کی مناسب غذا تک رسائی ہو۔ اس ضمن میں غذا میں پروٹین کی کمی کے متعلق مستقل سروکارد کھایا جانے لگا۔ لیکن غذائی تحفظ کی تعریف کو وسیع کیا گیا تاکہ اس میں غذائی حفاظت اور متوازن غذائیت کو شامل کیا جائے۔ یہ اقدام ایک توانا اور صحت مند زندگی گزارنے کے لئے غذا کے اجزائے ترکیبی اور خفیف غذائی ضروریات کے بارے دلچسپی ظاہر کرتا ہے۔ سماجی یا ثقافتی طریقے سے متعین ہونے غذائی ترجیح اب ایک قابلِ لحاظ امر بن گئی۔

1996ئمیں منعقد ہونے والی عالمی سربراہی کانفرنس برائے خوراک میں ایک مزید مرکبتعریف اختیار کی گئی:

"انفرادی، خاندانی ، قومی، علاقائی اور عالمی سطح پر غذائی تحفظ تب حاصل ہو سکتا ہے جب تمام افراد کو بِلا تعطل محفوظ اور غذائیت والی خوراک تک جسمانی اور معاشی رسائی حاصل ہو تاکہ وہ ایک توانا اورصحت مندانہ زندگی کے لئے اپنی خوراک کی ضروریات اور غذائی ترجیحات کو پورا کر سکیں"۔(5)

اس تعریف کو 'دُنیا میں غذائی عدم تحفظ کی کیفیت ، 2001ء میں مزید بہتر کیا گیا:

"غذائی تحفظ ایک ایسی صورتِ حال ہے جو تبھی حاصل ہو سکتی ہے جب تمام افراد کو بِلا تعطل کافی، محفوظ اور غذائیت والی ایسی خوراک تک جسمانی، سماجی اور معاشی رسائی حاصل ہوجو کہ ایک توانا اور صحتمندانہ زندگی گزارنے کے لئے ان کی غذائی ضروریات اور خوراک کی ترجیحات کو پورا کرے"۔

بنیادی طور پر غذائی تحفظ کو افراد سے متعلقہ ایک مظہر کے طور پر بیان کیا جا سکتا ہے۔

لہذا، **غذائی تحفظ** تبھی حاصل ہو سکتا ہے جب تمام افراد کو بِلا تعطل کافی، محفوظ اور غذائیت والی ایسی خوراک تک جسمانی، سماجی اور معاشی رسائی حاصل ہوجو کہ ایک توانا اور صحتمندانہ

زندگی گزارنے کے لئے ان کی غذائی ضروریات اور خوراک کی ترجیحات کو پورا کرے۔ خاندان کی سطح پر اس تصور کے اطلاق کو خاندانی غذائی تحفظ کہا جاتا ہے اور اس ضمن میں خاندان کے افرادمرکزی توجہ کے حامل ہوتے ہیں۔اور **غذائی عدم تحفظ** کی صورتِ حال تب پیدا ہوتی ہے جب اوپر بیان کردہ طریقے کے مطابق لوگوں کی خوراک تک مناسب جسمانی، سماجی اور معاشی رسائی حاصل نہ ہو۔

عالمی، قومی اور مقامی سطح پر دستیاب خوراک کی مقدار اور اس کے معیار کو بہت سے عوامل عارضی یا طویل مدت کے لئے متاثر کر سکتے ہیں جن میں‌موسم، آفات، جنگ، معاشرتی انتشار، آبادی اور اس میں ہونے والا اضافہ، زرعی سرگرمیاں، ماحول، سماجی رُتبہ اور تجارت شامل ہیں۔

ایک شخص کی مناسب خوراک تک رسائی اور خوراک خریدنے کی اس کی استعداد کو اس کی عمر، رُتبہ، صنف، آمدن، جغرافیائی مقام، اور نسل سب متاثر کرتے ہیں۔ جب خوراک کی قلت ہوتی ہے تو امیر لوگ بھوک کا سامنا نہیں کرتے بلکہ خوراک کی ان کی طلب قیمتوں میں اضافہ کر دیتی ہے اور غریب لوگوں کے لئے غذا حاصل کرنا بہت مشکل بنا دیتی ہے۔

غذائی عدم تحفظ کیوں ہے؟

کئی عوامل غذائی عدم تحفظ پیدا کرنے کی وجہ ہیں:

غربت: غریب لوگوں کی مناسب وسائل تک رسائی نہیں ہوتی کہ وہ معیاری خوراک پیدا کر سکیں یا اسے خرید سکیں۔ غریب کسانوں کے پاس عموماً چھوٹے کھیت ہوتے ہیں اور ان کا کاشتکاری کا طریقہ کار زیادہ با صلاحیت نہیں ہوتا۔ وہ کھادیں اور دوسری زرعی مشینری بھی نہیں خرید سکتے جس سے غذائی پیداوار محدود ہو جاتی ہے۔ اکثر وہ اپنے لئے کافی خوراک نہیں پیدا کر پاتے اور فاضل خوراک بیچ کر آمدن پیدا کرنے کے قابل نہیں ہوتے۔یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہیں کم پیداوار دینے والی زمینوں پر کاشتکاری کرنے پر مجبور کر دیا جائے جس کے نتیجے میں مزید ماحول کی تباہی کا خطرہ لاحق ہوتا ہے۔تمام لوگوں کے لئے مناسب خوراک کے حصول کو یقینی بنانے کے لئے غربت کو کم کرنا بہت اہم ہے۔

صحت: مناسب کیلوریز اور غذائی اجزاء کے بغیر انسانی جسم کمزور پڑ جاتا ہے اور خوراک پیدا کرنے کے لئے درکار محنت کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ اچھی صحت کے بغیر انسانی جسم دستیاب غذاء سے اچھی طرح توانائی حاصل نہیں کر سکتا۔ بھوک کی شکار مائیں کمزور بچوں کو جنم دیتی ہیں جن کی بہتر نشو و نما نہیں ہو

پاتی۔ ایسے بچے عموماً بیماریوں کا شکار رہتے ہیں، ان کی ذہنی صحت متاثر ہوتی ہے اور ان میں بیماریوں کے خلاف مزاحمت بھی کم ہوتی ہے۔ آلودہ پانی اور خوراک بیماریوں کی وجہ بنتے ہیں جو کہ غذائیت کی کمی اور اکثر بچوں میں اموات کا باعث بنتے ہیں۔

پانی اور ماحول: غذائی پیداوار کے لئے بہت بڑی مقدار میں پانی درکار ہوتا ہے۔ایک کلو گرام گندم کی پیداوار حاصل کرنے کے لئے ایک ہزار لیٹر پانی کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ ایک کلو گرام چاول اگانے کے لئے پانچ ہزار لیٹر پانی درکار ہوتا ہے۔مناسب غذا پیدا کرنے کا براہِ راست تعلق مناسب مقدار میں پانی کی دستیابی سے ہے۔ غذا کی موجودہ دستیابی کے لئے زمین کی زرخیزی کو بڑھاتے ہوئے باصلاحیت آبپاشی کا حصول اور ماحولیاتی نقصان کو گھٹانا بہت ضروری ہے۔ (6)

صنفی برابری: غذاء پیدا کرنے، اس کی دیکھ بھال کرنے، تجارت اور آمدن پیدا کرنے کے ذریعے عورتیں اپنے خاندانوں کوخوراک اور غذائیت فراہم کرنے میں بہت اہم کردار ادا کرتی ہیں۔اس کے باوجود ان کے کمتر سماجی اور معاشی رُتبے کی وجہ سے تعلیم و تربیت، زمین کی ملکیت، فیصلہ سازی اور ساکھ تک ان کی رسائی محدود ہو جاتی ہے اور نتیجتاً غذاء تک ان کی رسائی اور غذاء استعمال کرنے کی ان کی صلاحیت کو بڑھانے کا عمل محدود ہو

جاتا ہے۔ غذائیت، غذائی تحفظ اور بیماریوں کی روک تھام کے بارے عورتوں کے علم کو بہتر کرنے کے سے خوراک کے استعمال کو بڑھایا جا سکتا ہے۔

آفات اور تصادم: خشک سالی، سیلاب، سمندری طوفان اور فصلوں کے کیڑے بہت تیزی کے ساتھ بوئی گئی یا ذخیرہ کی گئی خوراک کا ملیا میٹ کر دیتے ہیں ۔تصادم بھی پیدا کی جا رہی یا ذخیرہ کی گئی خوراک کو گھٹا دیتے ہیں یا تباہ کر دیتے ہیں۔ کسان یا تو تحفظ کے لئے اپنی زمینیں چھوڑ کر چلے جاتے ہیں یا لڑائی میں شامل ہو جاتے ہیں۔پیداوار کے قابل زمین آتشی کُوڑے کباڑ سے خراب ہو سکتی ہے اور اسے دوبارہ غذائی پیداوار کے قابل بنانے کے لئے اس ساری آلودگی سے پاک کرنا پڑ سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ فوجی یا مخالف گروہ ذخیرہ کی گئی غذا، بیجوں یا **مال مویشیوں** کو یا تو کھا لیں یا تباہ کر دیں جس کے نتیجے میں لوگ طویل غذائی کمی کا شکار ہو سکتے ہیں۔

"حکومت پاکستان نے بلوچستان میں 84,000 علاقہ بدر ہو چکے افراد کو غذائی بحران سے بچانے کے لئے اقوامِ متحدہ سے مداخلت کی درخواست کی ہے۔ ان کی زندگیاں بچانے کے لئے انہیں اپنے گھر بار اور علاقے میں اپنے رشتے ناطوں کو چھوڑنا پڑے گا۔ماضی میں حکومت اندرونی طور پر صوبے میں علاقہ بدر ہونے والے افراد

کی موجودگی سے انکار کرتی رہی ہے اور امدادی گروہوں کو ان کی امداد کرنے سے روکتی رہی ہے۔ اقوامِ متحدہ کے ایک اعلی عہدیدار کے مطابق اندرونی طور پر علاقہ بدر ہونے والے جن **84,000** افراد کو غذائی بحران کا سامنا ہے ان میں **70** فیصدعورتیں اور بچے شامل ہیں (**26,000** عورتیں اور **33,000** بچے)۔ کہا جاتا ہے کہ کئی ہزار بچوں کی زندگیوں کو خطرہ لاحق ہے۔یہ ایک ہولناک حقیقت ہے کی شدید غذائی کمی کے باعث ایک بڑی تعداد میں بچے مر چکے ہیں۔ یونیسیف کی اندازے سے معلوم ہوا ہے کہ اندرونی طور پر علاقہ بدر ہونے والے افراد میں ہونے والی **80** فیصد اموات پانچ سال تک کی عمر کے بچوں کی ہیں۔اس اندازے میں ابھی تک علاقہ بدر ہونے والے افراد میں خوراک کی کمی کے باعث ہونے والی اموات کو ظاہر نہیں کیا گیا اور نہ ہی یہ بتایا گیا ہے کہ ان میں کتنی عورتیں اور بوڑھے افراد شامل تھے "۔ (ہفتہ وار پلس، اسلام آباد، **29** دسمبرتا **4** جنوری، **2007**)

آبادی اور شہروں کا پھیلائو: آبادی میں اضافہ سے خوراک کی طلب بڑھ جاتی ہے۔ اس کے نتیجے میں پہلے سے زیرِاستعمال زمینوں پر زیادہ سے زیادہ پیداوار لینے کے لئے دبائو بڑھ جا تا ہے۔شہروں کا پھیلائو زرعی زمینوں کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے اور غذائی پیداوار سمیت زرعی پیداوار کم ہو رہی ہے۔

تجارت: بہت سے غریب ممالک امیر قوموں کی نسبت بنیادی خوراک بہت ارزاں پیدا کر سکتے ہیں لیکن تجارتی رکاوٹوں مثلاً منڈیوں سے دوری، قرنطینہ (معائنہ کی غرض سے اشیاء کو کچھ عرصہ کے لئے الگ تھلگ رکھنا) کے ضابطوں اور درآمدی ٹیکسوں کی وجہ سے انہیں امیر ملکوں کی برآمدی منڈیوں میں ایسے کسانوں سے مقابلہ کرنا مشکل ہوجاتا ہے جنہیں بہت زیادہ سبسڈیز دی جاتی ہیں۔

غذا کا حق:عالمی ڈیکلیئریشن برائے انسانی حقوق 1948ء کی شق 25 میں غذاء کے حق کا یوں احاطہ کیا گیا ہے:

1.احترام: ریاستیں غذاء کے حق کی خلاف ورزی سے لازماً گریز کریں یعنی عورتوں کے خلاف امتیاز نہ برتا جائے اور لوگوں کو زبردستی ان کی زمینوں سے بے دخل نہ کیا جائے۔ اس کا اطلاق بین الاقوامی سطح پر بھی کیا جا سکتا ہے یعنی ترقی یافتہ ممالک کی سرکاریں دانستہ طور پر تجارتی ضابطوں وغیرہ کے ذریعے دوسرے ملکوں میں شہریوں کے غذاء کے حق کی خلاف ورزی نہ کریں۔

2.حفاظت: تیسرے فریق اس حق کی خلاف ورزی سے لازماً گریز کریں۔اور حکومتوں پر فرض ہے کہ وہ تیسرے فریق کے لئے ضابطے مقرر کرے۔اس کا اطلاق کاروباری اداروں کی طرف سے ہونے والی خلاف ورزیوں، ضابطے مقرر کرنے والے اداروں یعنی جی ایم اوز پر اور

مخالفانہ مسلح گروہوں پر ہوتا ہے۔

3.تکمیل: ریاستیں تمام لوگوں کے غذا کے حقوق کو ترقی پسندانہ طریقے سے پُورا کرنے کے لئے لازمی طور پر مثبت اقدامات کریں۔ اس کا اطلاق غذائی تحفظ کی پالیسیوں،تجارتی معاملات وغیرہ پر ہوتا ہے۔

غذا کے حق کو بین الا قوامی کنونشن برائے معاشی، سماجی اور ثقافتی حقوق (آئی سی ای ایس سی آر) (شق 11.1)عورتوں کے خلاف امتیاز کے خاتمے کا کنونشن (شق 14 جی/ ایچ) اور کنونشن برائے حقوقِ اطفال (شق24 سی) میں بیان کیا گیا ہے۔

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے 1948ء کے عالمی ڈیکلریشن برائے انسانی حقوق (یو ڈی ایچ آر) اور آئی سی ای ایس سی آر کا اعادہ کرتے ہوئے توثیق کی ہے کہ ہر کسی کو حق حاصل ہے کہ اسے ’مناسب خوراک کے حق کی رُو سے اور تمام افراد کے بھوک سے آزاد ہونے کے بنیادی حق کے مطابق محفوظ اور معیاری غذا تک رسائی حاصل ہو تا کہ وہ بھرپور طریقے سے اپنی جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے اور قائم رکھنے کے قابل ہو‘۔

اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی کی قرارداد 56/155بتاریخ15 فروری 2002

آئینِ پاکستان:

پاکستان کا آئین دفعہ 38 (ڈی) پاکستان کے شہریوں کو زندگی کی بنیادی ضرورتوں بشمول خوراک کی فراہمی کو یقینی بناتا ہے۔ اس کے مطابق:

> "یہ ریاست تمام شہریوں کو بلا امتیاز ان کی صنف، ذات، نسل تمام بنیادی ضروریاتِ زندگی جیسا کہ خوراک، کپڑے، مکان، تعلیم اور علاج معالجے کی سہولت فراہم کرے گی اگر وہ ناتوانی، بیماری یا بے روزگاری کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے یا عارضی طور پر اپنی روزی کمانے کے قابل نہ ہوں"۔

غذائی تحفظ کے اجزاء: غذائی تحفظ کو تین بنیادی اجزاء میں تقسیم کیا جا سکتا ہے یعنی غذا کی دستیابی (غذا تک جسمانی رسائی)، غذا تک معاشی رسائی اور منصفانہ غذائی تقسیم۔ کچھ ماہرین کے مطابق غذائی تحفظ کا تیسرا جزو 'غذا کو با صلاحیت طریقے سے استعمال کرنا یا انسانی جسم کا حصہ بنانا ہے'۔

غذائی دستیابی: غذائی دستیابی تب حاصل ہو سکتی ہے جب تمام افراد کو مناسب مقدار میں غذا تواتر کے ساتھ دستیاب ہو۔اس قسم کی غذائی فراہمی کے ذرائع میں خاندان کی طرف سے کی جانے والی اپنی پیداوار، دیگر گھریلو کام کاج، تجارتی سرگرمیاں یا امدادی طور پر دی جانے والی خوراک شامل ہیں۔

غذا تک رسائی: غذا تک رسائی کو اس وقت یقینی بنایا جا سکتا ہے جب خاندان اور خاندان کے سب افراد مناسب معاشی وسائل کے مالک ہوں کہ وہ خاندان کی غذائی ضروریات کو پورا کر سکیں۔ لہذا، غذا تک رسائی کا تعلق بنیادی طور پر جسمانی طور پر رسائی کے ساتھ ساتھ خاندان کی آمدن، اس آمدن کی خاندان میں تقسیم اور غذا کی لاگت سے ہے۔ غذا تک معاشی رسائی کا مطلب ہے کہ غذائی ضروریات کو مناسب ڈھنگ سے پورا کرنے کے لئے غذا کے حصول کے لئے ذاتی یا خاندان کی طرف سے اٹھنے والی لاگتیں ایسی سطح تک رہیں کہ دیگر بنیادی ضرورتوں کا حصول خطرے میں نہ پڑ جائے یا ان پر سمجھوتہ نہ کرنا پڑے۔

غذا کا استعمال یا پچانا: غذا کی دستیابی اور غذا تک معاشی رسائی اکیلے طور پر غذائی تحفظ کو یقینی نہیں بنا سکتی کیونکہ غذا کو پچانا بھی اس سلسلے میں بہت اہم ہے۔ اس کا ایک پبلک ہیلتھ کا پہلو ہے اور پینے کے صاف پانی اور مناسب نکاسئی آب تک رسائی کے ساتھ ایسی خوراک کا متقاضی ہے جو مناسب توانائی اور ضروری غذائیت بخشے۔ غذاء کو پچانے کا انحصار غذاء کو ذخیرہ کرنے اور اسکی دیکھ بھال کرنے کے طریقوں کا علم رکھنے، غذائیت کے بنیادی اصولوں، بچوں کی مناسب دیکھ بھال اور بیماریوں سے نپٹنے سے بھی ہے۔[7]

مساویانہ غذائی تقسیم: حالانکہ دنیا میں تمام لوگوں کو غذائی تحفظ فراہم کرنے کے لئے مناسب وسائل موجود ہیں لیکن تمام افراد خصوصاً غریبوں کے مناسب حصہ کو یقینی بنانے کے لئے پالیسیوں اور رویوں میں تبدیلیاں لانا ضروری ہے۔ خصوصاً پاکستان کے پس منظر میں مساویانہ تقسیم ایک اہم معاملہ ہے جہاں پر کہ زمین کی ملکیتیں اور آمدنیاں نسبتاً بہت زیادہ غیر مساویانہ ہیں۔ یہاں پر آمدنی اور انسانی ترقی کے ساتھ ساتھ مختلف علاقوں اور صوبوں کے مابین مجموعی ترقی میں وسیع فرق موجود ہے۔ کچھ صوبوں میں نسلی تقسیم کی وجہ سے درونِ صوبہ عدم مساوات بہت حساس معاملہ بن گئی ہے جو کہ ایک 'ہم نسلی' سماج میں اتنا حساس مسئلہ نہ ہوتی۔(8)

2-زراعت اور غذائی تحفظ

زمین اور پانی بنی نوع انسان کے لئے اہم قدرتی وسائل ہیں-دنیا کی آبادی میں مسلسل اضافے کے ساتھ ساتھ غذا ، ریشے اور مکانات کی ضرورت بھی بڑھ رہی ہے- شہروں کا تیزی سے بڑھتا ہوا پھیلائو، مسلسل کاشتکاری، فوسل ایندھن کا بڑھتا ہوا استعمال، کھادیں اور کیڑے مار زہریں قدرتی وسائل اور ماحول کو آلودہ کر رہے ہیں-

غذائی پیداوار کا بنیادی طور پر زمین اور پانی کے وسائل پر انحصار ہے- دنیا میں 90فیصد چاول اور 43فیصد گندم ایشیاء میں پیدا اور استعمال ہوتے ہیں- چاول اور گندم اگانے کا نظام جنوبی ایشیاء اور مشرقی ایشیاء کے کچھ علاقوں کا بڑا فصلی نظام ہے جسے که خصوصی انتظام کی ضرورت ہوتی ہے- اس انتظام میں موجود فرق اور ان کی کاشتکاری کے روائتی اور ثقافتی طریقوں کے باعث چاول اور گندم کا نظام جمود کا شکار ہو رہا ہے اور اس کی پائیداری کو خطرہ لاحق ہے-

1960ء کی دہائی کے سبز انقلاب کے دوران فصلوں کی نئی اقسام اور کیمیائی کھادوں کے متعارف ہونے کے نتیجے میں فصلوں کے جھاڑ میں اضافه ہوا لیکن شدت کے ساتھ ہونے والی کاشتکاری کی وجہ سے کھادوں اور زہروں کے استعمال میں اضافے، زمین کے انتظام

کے روائتی طریقوں اور زرعی پانی کے غیر مناسب استعمال کے نتیجے میں زمین اور پانی کے وسائل انحطاط پذیر ہو گئے ہیں جس کے باعث فصلوں کی پیداوار بہت گھٹ گئی ہے۔ وسیع زرخیز علاقے سیم اور تھور کا شکار ہو گئے ہیں اور چھوٹے کاشتکاروں کو غذائی طور پر مزید غیر محفوظ بنا دیا گیا ہے۔

پاکستان میں زراعت:

زراعت کو پاکستان کی معیشت کا مرکزی ستون سمجھا جاتا ہے۔ اکنامک سروے آف پاکستان 2001-2002 کے مطابق کل جی ڈی پی کا تقریباً چوتھا حصہ اور کل ملازمتوں کا 44 فیصد حصہ زراعت سے پیدا ہوا۔ پاکستان کی 67 فیصد سے بھی زیادہ دیہی آبادی اپنے روزگار کے لئے بلا واسطہ یا بالواسطہ طور پر زراعت سے وابستہ ہے۔زراعت کو اگر کچھ ہوتا ہے تو غریب دیہاتی لوگوں کا روزگار اور ان کا غذائی تحفظ لازماً متاثر ہو گا۔ جی ڈی پی میں زراعت کا حصہ 1969-70 میں 38 فیصدتھا جو کم ہو کر 2001-02 میں 28 فیصد رہ گیا ہے۔ زراعت کے زوال اور روزگار کے کم ہوتے ہوئے مواقعوں کی وجہ سے دیہاتی علاقوں میں غربت میں اضافہ ہوا ہے۔[9]

زراعت ایک اہم شعبہ ہے جو کہ ملک کی تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کو غذا فراہم کرتا ہے۔ آبادی میں اضافہ کی 2.23 فیصد شرح کے ساتھ ملکی آبادی میں ہر سال 30 لاکھ افراد کا اضافہ ہو

رہا ہے۔ پاکستان میں غذائی تحفظ کے بارے اقوام متحدہ کی رپورٹ 2000 ء کے مطابق پچھلے پچاس سالوں (1948 تا 2000) سے بھی زیادہ عرصہ میں آبادی میں چار گنا اضافہ ہوا ہے لیکن اس دوران پاکستان کی بڑی غذائی فصل گندم کی پیداوار میں صرف 2.9 گنا اضافہ ہوا ہے۔لیکن پاکستان ایگریکلچر ریسرچ کونسل کا دعوی ہے کہ 1948 ء تا2006ئکے دوران ملک میں گندم کی پیداوار میں 647 فیصد (6.4 گنا سے بھی زیادہ) کا اضافہ ہوا ہے۔ جبکہ اس دوران زیرِ کاشت علاقے میں 210 فیصد اضافہ ہو ہے۔ ملک میں گندم کی سالانہ کھپت تقریباً 21.3 ملین ٹن ہے۔

پاکستان میں زرعی پیداوار کا بڑا حصہ فصلوں کی پیداوار پر منحصر ہے جو کہ ساکت قیمتوں کے حوالے سے زرعی جی ڈی پی کا تقریباً 61 فیصد بنتا ہے۔ اس میں مال مویشیوں کا حصہ لگ بھگ 35 فیصد بنتا ہے۔ماہی پروری اور جنگلات جی ڈی پی کا تقریباً 4 فیصد حصہ بنتے ہیں۔ پاکستان میں چار بڑی فصلیں ہوتی ہیں یعنی گندم، چاول، کپاس اور گنا۔چھوٹی فصلوں میں پھل، سبزیاں ،دالیں اور تیل دار بیج اہم ہیں۔ 1960ء کی دہائی سے اب تک گندم، چاول، کپاس اور پولٹری کی مصنوعات میں کامیابیاں حاصل کی گئی ہیں۔حالانکہ ابھی تک اناج کی پیداوار میں خود انحصاری حاصل نہیں ہوئی لیکن چاول اور کپاس ملک کی برآمدات کا ایک بڑا حصہ ہیں۔

91-1990 اور 2000-1999 کے دوران بڑی فصلوں کی پیداوار میں

صرف 2.87 فیصد کی شرح سے اضافہ ہوا۔ چھوٹی فصلوں اور مال مویشیوں کی پیداوار بھی 1990ء کی دہائی میں بہتر رہی لیکن ماہی پروری اس دوران کم رہی۔ جنگلات کی حفاظت کی خاطر 1997-98 میں جنگلات کاٹنے پر لگائی جانے والی پابندی کے باعث اس شعبہ سے آمدن کم ہو گئی۔ گندم کی پیداوار میں کمی بیشی آتی رہی ہے۔ یہ پیداوار 1990-91 میں 14.54 ملین ٹن تھی جبکہ 2005-06 میں یہ 21.5 ہو گئی۔ گندم، چاول اور کپاس کی مقابلتاً کامیاب کہانی کا اطلاق گنے کی کاشت پر نہیں ہوتا جس کی پیداوار میں اضافہ اس کے زیرِ کاشت رقبے میں اضافے کی وجہ سے ہوا۔یہ رقبہ 1948ء میں190,00ہیکٹر تھا جو کہ 1998-99 میں 1.16 ملین ہیکٹر ہو گیا۔ 1999-2000 میں اس رقبے میں ایک ملین ہیکٹر کی کمی ہوئی۔ گنے کی پیداوار لگ بھگ یکساں رہی۔

تیل آور بیجوں کے معاملے میں یہ ملک پہلے خود انحصار تھا لیکن اب یہ خوردنی تیل کا ایک بہت بڑا درآمد کنندہ بن گیا ہے۔ 2000ء میں ملکی ضرورت کا 65 فیصد خوردنی تیل درآمد کیا گیا۔ 1948ء سے مکئی کا زیرِ کاشت رقبہ دگنا ہوا ہے لیکن اس کی پیداوار میں خاطر خواہ بہتری نہیں دیکھنے میں آئی جس کی وجہ زیادہ جھاڑ دینے والی اقسام کا نہ ہونا ہے۔ اور صوبہ سرحد میں زیادہ تر مکئی کی فصل بارانی علاقوں میں کاشت کی جارہی ہے۔(10)

پاکستان میں گندم کی پیداوار، جھاڑ اورزیر کاشت رقبہ

سال	رقبہ (ملین ہیکٹر)	پیداوار (ملین ٹن)	جھاڑ (کلوگرام/ ہیکٹر)
1999-00	8.463	21.079	2491
2000-01	8.261	19.018	2302
2001-02	8.058	18.226	2262
2002-03	8.034	19.183	2388
2003-04	8.216	19.500	2375
2004-05	8.358	21.612	2586
2005-06	8.303	21.700	2614
2006-07	8.459	23.031	2723
اوسط	8.219	19.879	2420

ماخذ: وزارتِ خوراک، زراعت اور لائیو سٹاک، فیڈرل بیورو آف سٹیٹسٹکس

بنیادی خوراک کے طور پر گندم ایک سب سے اہم فصل ہے اور ملک کے ہر علاقے میں اس کی وسیع رقبے پر کاشت کی گئی۔ 2006-07ء میں یہ رقبہ 8.459 ہیکٹر تھا۔ زراعت کے شعبہ میں اس کی اضافی قدر 13.3فیصد تھی جبکہ جی ڈی پی میں 3 فیصد۔ دستیاب نہری پانی کے علاقوں میں ترقی پسند کسان 6 سے7 ٹن فی ہیکٹر فصل لے رہے ہیں۔ لیکن بارانی کی مقدار کے حوالے سے کسان 0.5 سے 1.3 ٹن فی ہیکٹر جھاڑ لے رہے ہیں۔نہری پانی والے علاقوں میں پانی کی

مقدار اور دیگر عوامل کے حوالے سے 2.5 سے 2.8 ٹن فی ہیکٹر پیداوار حاصل کی جا رہی ہے۔

ملک میں گندم کی پیداوار میں تقریباً 60 فیصدی کا خلا موجود ہے جس کو گھٹانے کی ضرورت ہے۔مگر ملک میں گندم کی پیداوار صلاحیت سے کافی کم ہو رہی ہے۔ کم پیداوار اور عدم استحکام کی بڑی وجہ یہ ہے کہ خریف کی فصلیں جیسے کہ کپاس، گنا اور چاول کی کٹائی تاخیر سے ہوتی ہے جس کے نتیجے میں گندم کی بوائی دیر سے ہوتی ہے۔دیگر عوامل میں بہتر وسائل کی غیر دستیابی جیسا کہ اچھے بیج، کھادوں کا نامناسب استعمال، جڑی بوٹیوں کی تلفی، نہری پانی کی کمی، بارانی علاقوں میں خشک سالی، موسمی حدت، زمین کی خرابی اور غیر مناسب توسیعی خدمات شامل ہیں۔ مزید یہ کہ توسیعی خدمات کے کمزور نظام کی وجہ سے کسان جدید ٹیکنالوجی سے آگاہ نہیں ہیں۔[11]

دیہی لوگوں کا غریب رہنا:

پاکستان میں دیہی غربت کے بارے عالمی بینک کی اپریل 2007ء کی رپورٹ بتاتی ہے کہ پچھلی صدی کے دوران پاکستان نے دریائے سندھ کے پانی کا بھرپور استعمال کیا ہے تاکہ نہری پانی کے ایک بڑے زرعی شعبے کو پروان چڑھایا جائے جو کہ اس کی معیشت کی ریڑھ

کی ہڈی ہے۔ لیکن ملک معاشی عدم مساوات اور جغرافیائی نا برابری میں بٹا ہوا ہے جو کہ ایک مسلسل تشویش ناک بات ہے۔ یہ عوامل ملک میں امکانی طور پر عدم استحکام پیدا کر رہے ہیں۔ اس قسم ک آفتوں کا زرعی شعبہ میں خاص طور پر اظہار ہوتا ہے کیونکہ زیادہ تر دیہاتی غریبوں کو زمین اور نہری پانی تک رسائی نہیں ہے۔

ایک دہائی کی درمیانے درجے کی ترقی کے بعد پاکستان کی دیہی غربت میں بہت کم تبدیلی واقع ہوئی ہے اور وہ بھی کوئی طویل نہیں ہے۔ پچھلے کچھ سالوں کی شاندار کامیابیوں کے باوجود ابھی تک خوشحالی کی کوئی صورت حال موجود نہیں ہے۔ تقریباً 35 ملین دیہی عوام غربت کا شکار ہیں جو کہ پاکستان کے غریبوں کا 80 فیصد بنتے ہیں اور 05-2004 ء کے دوران دیہی غربت کی سطح ابھی تک 1990ء کی دہائی کی سطح پر ہی ہے اور کافی بہتری کے باوجود صحت اور تعلیم سے متعلق بہبودی اقدامات جنوبی ایشیاء کے دوسرے ممالک کی نسبت کم ہیں۔ پاکستان میں بچوں کی شرح اموات ہر 1000 زندہ پیدائیشوں کے مقابلے میں 82 ہے (دیہی علاقوں میں یہ تعداد 88 ہے) جبکہ بھارت میں 62 ، بنگلہ دیش میں 56 اور سری لنکا میں یہ تعداد 12 ہے۔ پاکستان میں پرائمری کی سطح پر لڑکیوں کی شرح داخلہ صرف 48 فیصد ہے (دیہی علاقوں میں یہ شرح 41 فیصد ہے) جبکہ بھارت میں یہ شرح 86 فیصد ہے۔

2000-1999تا 05-2004 طویل مدتی زرعی جی ڈی پی فی کس

ترقیاتی شرح سالانہ 0.3فیصد تھی۔ اس کے علاوہ مجموعی آمدنی میں بہتری کی بڑی وجہ بیرون ممالک سے (کارکنوں کی رقوم سمیت) نجی طور پر ہونے والی رقوم کی غیر متبادلہ منتقلی میں ہونے والا اضافہ ہے۔ 2005-06 تک یہ منتقلی اتنی ہے کہ پاکستان میں ہر فرد کے حصے اوسطاً 3 ہزار روپے آتے ہیں۔یہ رقوم زرعی یا لائیو سٹاک کی حقیقی پیداوار کے دو تہائی حصہ سے بھی زیادہ ہیں۔ اس آمدن کا کچھ حصہ تو دیہی خاندانوں کے کام آتا ہے یا اسے دیہی اور چھوٹے شہروں کی مصنوعات اور خدمات پر خرچ کیا جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس آمدن کے بڑھنے کی موجودہ شرح مستقبل میں قائم نہ رہے۔(12)

دیہی غریب کون ہیں؟

حالانکہ زراعت دیہی معیشت کا مرکز ہے لیکن پاکستان کے دیہی غریبوں کی اکثریت نہ تو مزارع ہے اور نہ ہی کھیتوں کی مالک۔ 2004-05 ء میں دیہی فی کس اخراجات کی تقسیم کے 40 فیصد حصہ میں کسان (مالک اور مزارع دونوں) خاندانوں کی تعداد صرف 43 فیصد بنتی ہے۔ زرعی مزدوروں کو چھوڑ کر دیہی غریبوں میں آدھے سے بھی زیادہ (52 فیصد) ایسے خاندان ہیں جو کھیتوں پر کام نہیں کرتے۔ دیہی خاندانوں کی آمدنی میں مجموعی طور پر زراعت (بشمول فصلوں کی پیداوار اور لائیوسٹاک) سے حاصل ہونے

والی آمدن صرف 40فیصد ہے-دیہاتی غریبوں کی 40 فیصد تعداد زراعت سے اپنی صرف 30 فیصد آمدن حاصل کرتے ہیں-

چھوٹے کسانوں کو معیشت دان، ٹیکنوکریٹ، پالیسی ساز، اور شہری دانشور بڑے عرصے سے ایک بدقسمت طبقے کے طور دیکھتے آئے ہیں- انہیں ایک غیرمتحرک شے سمجھ لیا گیا تھا جسے کہ اشرافیہ اپنے مفاد کے لئے استعمال کرتی ہے- لیکن اب یہ طبقہ سرمایہ دارانہ، اشتراکی اور 'ترقیاتی' نظاموں کی مزاحمت کر رہا ہے جو کہ اسے بُرے حالات میں رکھنا چاہتے ہیں- کارل مارکس کے کہنے کے مطابق یہ سیاسی طور پر با شعور 'طبقہ برائے خود' بن گیا ہے- اور ڈائلن طامس کے کہنے کے مطابق اب یہ کسان سہانے خوابوں سے دھوکہ کھانے والے نہیں ہیں-اکیسویں صدی میں ہونے والی پیش رفتوں کی وجہ سے روائتی ترقیاتی نظریات کو جھٹلا دیا گیا ہے- ویا کیمپینا جیسے کسان گروہوں کے احتجاج کا مطلب اب ماضی کی طرف لوٹنا نہیں ہے- جیسے جیسے ماحولیات کا بحران بڑھتا جا رہا ہے اور شہری صنعتی زندگی سماجی طور پر بدانتظامی کا شکار ہو رہی ہے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ کسانوں کی تحریکیں نہ صرف کاشتکاروں بلکہ ان سب کے لیئے مفید ثابت ہو رہی ہیں جو ایک ایسے ناکارہ جدید نظام کے مہلک نتائج سے خطرہ محسوس کر رہے ہیں جو پیداوار، مقامی لوگوں اور زندگی کو منظم کر رہا ہے-

والڈن بیلو

پاکستان میں کھیتوں پر کام نہ کرنے والے غریبوں کی اکثریت اور چھوٹے کسانوں کی غربت کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ زمین کی تقسیم اور پانی تک رسائی انتہائی غیر مساویانہ ہے۔ 2000ء کی زراعت شماری کے مطابق دیہاتوں میں صرف 37 فیصد لوگ زمین کے مالک ہیں اور زمین کے ان مالکوں میں 61 فیصد ایسے افراد ہیں جن کے پاس پانچ ایکڑ سے بھی کم زمین ہے جو کل زمین کا 15 فیصد حصہ بنتی ہے۔ قابلِ استعمال پانی تک رسائی بھی بہت غیر مساویانہ ہے جس کے نتیجے میں نہری زمینوں کے مقابلے میں خشک بارانی زمینوں سے کم پیداوار حاصل ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ نہروں کے بالائی علاقوں کی نسبت نہروں کے ٹیل کے علاقوں میں اور میٹھے پانی والے علاقوں کی نسبت کھارے زمینی پانی والے علاقوں میں پیداوار کم ہوتی ہے۔ فصلوں کی پیداوار خصوصاً نہری پانی سے ہونے والی کاشتکاری کی آمدن کا براہِ راست بڑا حصہ امیر کسانوں کو ہی ملتا ہے۔(13)

زرعی ترقی ہی کافی نہیں ہے:

عالمی بینک کی رپورٹ مزید بتاتی ہے کہ دیہی غربت کو تیزی سے کم کرنے کے لئے زرعی ترقی ضروری ہے لیکن یہ ایک ایسی شرط نہیں ہے جس پر مکمل اکتفا کیا جا سکے۔ چھوٹے کسانوں کی

آمدنی بڑھانے اور غیر زرعی اشیاء اور خدمات کی طلب میں اضافہ کرتے ہوئے ترقیاتی روابط استوار کرنے کے لئے زرعی ترقی کی اہمیت اپنی جگہ قائم ہے۔ لیکن پاکستان کے اکثر دیہاتی علاقوں میں دیہی غربت پر زرعی ترقی کے روابط کے اثرات اچھی طرح مرتب نہیں ہو رہے جس کی دو وجوہات ہیں۔ جس میں پہلی یہ ہے کہ دیہی علاقوں میں حاصل ہونے والی زیادہ تر آمدن شہری اشیاء اور خدمات کے حصول پر صرف ہو جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ ترقیاتی روابط کے نتیجے میں حاصل ہونے والی غیر زرعی دیہی آمدنی اور روزگار کے فوائد دیہاتی غریبوں کی ایک بڑی تعداد میں بٹ جاتے ہیں۔

پاکستان کے دیہی اور چھوٹے شہروں کے غیر زرعی شعبہ کو بہت سے مسائل کا سامنا ہے جس کا تعلق خصوصی طور پر قرضوں تک رسائی اور غیر مناسب بنیادی ڈھانچہ سے ہے۔ جنوبی ایشیاء کے دیگر ملکوں کی طرح پاکستان کے دیہاتوں اور چھوٹے شہروں میں غیر زرعی شعبہ بنیادی طور پر گھریلو سطح کے چھوٹے کاروبار پر مشتمل ہوتا ہے جس میں فی کاروبار تقریباً دو کارکن شامل ہوتے ہیں۔ مناسب سڑکوں کے نہ ہونے کی وجہ سے رسدورسائل کی لاگت بڑھ جاتی ہے اور منافع کم ہو جاتا ہے۔ بجلی کی قابلِ بھروسہ فراہمی کے نہ ہونے کی وجہ سے پیداوار محدود ہو جاتی ہے کیونکہ دیکھا گیا ہے کہ دیہی کاروبار کو مہینے میں تقریباً 20 دن بجلی کی بندش کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ صورت حال بجلی کی نجی پیداوار کا

بھی تقاضہ کرتی ہے۔

مزید یہ کہ دیہاتوں سے شہروں کی طرف بڑی تعداد میں نقل مکانی اور دیہی و شہری معیشت کے تیزی سے ہم آہنگ ہونے کے عمل سے انسانی سرمایہ کو بڑھانے کی اہمیت اجاگر ہو گئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس عمل کے نتیجے میں زرعی پیداوار کی پالیسیوں اور دیہی غیر زرعی شعبہ کو ترقی دینے کی اہمیت بھی بڑھ گئی ہے۔ اکثر ایشیائی ملکوں کی طرح، پاکستان کی معیشت بنیادی تبدیلی کے عمل سے گزر رہی ہے جس میں شہروں کا بڑھتا ہوا پھیلائو اور دیہی، شہری اور بین الاقوامی منڈیوں کے بیچ بڑھتے ہوئے روابط شامل ہیں۔ پاکستان کی تقریباً دو تہائی آبادی دیہی علاقوں میں بستی ہے جہاں پر شہروں کی نسبت اوسطاً فی کس اخراجات 31 فیصد کم ہیں (جو کہ 2004 ء میں 1259 روپے فی مہینہ اور 2005 ء میں 1818 روپے فی مہینہ ہیں) ۔[14]

3 - غذائی غربت

پاکستان میں غذائی عدم تحفظ غربت اور غذا کی عدم دستیابی کی دین ہے۔ غذائی غربت کی اصطلاح عام طور پر کسی ملک میں غربت کے ساتھ ساتھ غذائی تحفظ کی سطح کو متعین کرنے کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ پچھلی دو دہائیوں یعنی 1987ء تا 2007 ء تک ملک میں غذائی غربت کی صورت حال ظاہر کرتی ہے کہ تقریباً ایک تہائی خاندان غذائی غربت کی لکیر سے نیچے رہ رہے ہیں اور ان کی غذائی ضرورتیں پوری نہیں ہو رہیں۔ غذائی غربت کی سطح شہری علاقوں (26 فیصد) کی نسبت دیہی علاقوں (35 فیصد) میں زیادہ ہے۔ تاہم، فی کس کیلوریز کی کھپت کے سلسلے میں شہری اور دیہی علاقوں میں کوئی زیادہ فرق نہیں ہے۔ اس ضمن میں چاروں صوبوں کے درمیان بھی کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ اصل مسئلہ ان تمام زمروں اور حتیٰ کہ ایک ہی خاندان کے افراد کے بیچ غیر مساویانہ غذائی تقسیم ہے۔

1998-99 ء کے قومی خاندان سروے سے معلوم ہوتا ہے کہ خاندان کی آمدنی عموماً مارکیٹ سے غذائی اشیاء خریدنے کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ پیدا کی جانے والی اور استعمال کی جانے والی غذائی اشیاء کی قدر خاندان کی کل ماہانہ اخراجات کا تقریباً 19 فیصد ہے۔ کام کے عوضانے کے طور پر ملنے اور صرف ہونے والی

غذائی اشیاء ایک فیصد سے بھی کم ہیں۔ سروے سے معلوم ہوتا ہے کہ عام طور پر تنہا رہنے والے معذور ضعیف اور بیوائیں ہی وہ لوگ ہیں جو زیادہ تر غذائی امداد حاصل کرتے ہیں جو کہ انہیں ان کے رشتہ داروں اور ہمسایوں سے ملتی ہے۔
استعمال ہونے والی غذائی اشیاء کے حصول کے طریقہ کار میں بنیادی فرق دیہی اور شہری علاقوں کے مابین ہے۔ شہری علاقوں میں رہنے والے خاندان اپنی آمدنی مارکیٹ سے غذائی اشیاء خریدنے میں صرف کرتے ہیں جبکہ دیہی خاندان اپنی ضرورت کی خوراک کا بڑا حصہ خود پیدا کرتے ہیں۔ دوسرا بڑا فرق دیہی علاقوں میں غریب خاندانوں اور ایسے خاندانوں کے بیچ ہے جو غریب نہیں ہیں۔ ایسے خاندان جو غریب نہیں ہیں کی بڑی تعداد کی زرعی زمین تک رسائی ہے۔ جو غذائی اشیاء وہ پیدا اور استعمال کرتے ہیں وہ ان کے کل ماہانہ غذائی اخراجات کا 48.4 فیصد ہے۔ غریب دیہی خاندانوں کے ضمن میں یہ حصہ 30 فیصد ہے۔

پاکستان کی دیہی آبادی کی غذا تک رسائی

رسائی کا علاقہ	پنجاب	صوبہ سرحد	سندھ	بلوچستان	شمالی علاقہ جات	آزاد جموں کشمیر	فاٹا	کل
اضلاع								
انتہائی کم	5	17	6	15	5	1	7	56
کم	7	5	4	5	-	1	-	22
بہت کم	6	-	4	5	-	2	-	17
درمیانی	5	1	2	-	-	1	-	9
اعلیٰ	11	1	1	1	-	2	-	16
کُل	34	24	17	26	5	7	7	120

ایف ایس اے 2000

سروے سے ظاہر ہوتا ہے کہ غذا کے حصول کا تعلق غربت سے اور خاندانوں کی زرعی / غیر زرعی حیثیت سے بھی ہے۔ غریب اور / یا غیر زرعی خاندان عام طور پر اپنی ضرورت کی خوراک خرید کر حاصل کرتے ہیں جبکہ زرعی خاندان بظاہر بہترحالت میں ہیں کیونکہ وہ اپنی بنیادی ضرورت کی خوراک کا بڑا حصہ خود پیدا کرتے ہیں۔ نچلے اور درمیانے سماجی معاشی گروہوں میں دائمی غذائی کمی کی موجودگی میں کوئی قابلِ ذکر فرق نہیں ہے لیکن اونچے

سماجی - معاشی گروہوں میں یہ کافی (26 فیصد) کم ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نچلے اور درمیانے گروہوں کی قوتِ خرید کی کمی ہے جو ان کی غذائی کھپت کی سطحوں میں رکاوٹ ہے۔ جبکہ اونچے سماجی - معاشی گروہوں میں غذا ئیت کے بارے مناسب تعلیم کی کمی اس کی بنیادی وجہ ہے۔ (15)

منڈی کے عالمی بننے کے ساتھ اس سے وابستہ گزر اوقات کے وسیلے زراعت کے گھٹنے سے قوّتِ خرید کو بروئے کار لانا ہی ایک ایسا غالب طریقہ رہ گیا ہے جس سے غذا حاصل کرنے کا مستحق ہوا جا سکتا ہے اور نتیجتاً، قوّتِ خرید نہ رکھنے والے ہی وہ لوگ ہیں جنہیں بہتات کی دنیا میں بھوکا رہنا ہے۔

امریتا سین

4- دیہی پاکستان میں غذائی عدم تحفظ

غذائی عدم تحفظ اور نتیجتاً غذائی غربت میں وقت کے ساتھ ساتھ اضافہ ہو رہا ہے۔ اس کی وجوہات میں دیگر مسائل کے علاوہ اجرتوں کی نسبت منڈی میں غذائی اشیا کی قیمتوں میں تیزی سے ہوتا ہوا اضافہ، غذا کی غیر مساویانہ تقسیم، عوامی شعبہ کی سُست ترقی اور تنزل پذیر زمین اور آبی وسائل ہیں۔

ادارہ برائے پائیدار ترقی پالیسی (ایس ڈی پی آئی) اور اقوام متحدہ کے عالمی پروگرام برائے خوراک (ڈبلیو ایف پی) کی جانب سے منعقد کئے جانے والے پاکستان کے تجزیہ برائے غذائی تحفظ (ایف ایس اے) میں اس عام رائے سے اتفاق نہیں کیا گیا ہے کہ پاکستان کو نچلے سطح پر معتدل غذائی تحفظ حاصل ہے۔ ایف ایس اے کی تحقیق کے نتائج اس دلیل کو تقویت دیتے ہیں کہ پاکستان میں نچلی سطح پر دکھائی جانے والی تصویر سے وہ بھوک کہیں زیادہ ہے جو نظروں سے اوجھل ہے۔ تحقیق میں بتایا گیا ہے کہ اگر گندم کی سالانہ اوسط پیداوار 18ملین ٹن پر رہے تو بڑھتی ہوئی آبادی کے دبائو اور اس کے نتیجے میں خوراک کی طلب کے پیشِ نظر صرف گندم کے معاملے میں سالانہ 3.2ملین ٹن کمی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

دیہی پاکستان کے لئے 2003ء کا تجزیہ برائے غذائی تحفظ کا انعقاد

جون 2003ء تا جون 2004ء تک کیا گیا۔ اس کا تجزیہ متعلقہ مظاہر اور غذائی تحفظ کے ایسے تین فیصلہ کن عوامل کی بنیاد پر دستیاب اعدادوشمار کی روشنی میں پیش کیا گیاجن میں غذا تک جسمانی رسائی (دستیابی)، غذا تک معاشی رسائی اورمؤثرحیاتیاتی استعمال (غذا کو پچانا) شامل ہیں۔ اس سے حاصل شدہ نتائج کو دیہی پاکستان میں موجود 'غذائی تحفظ کی صورتِ حال' کے طور پر پیش کیا گیا۔

غذائی تحفظ کا تعین غذائی پیداوار اور کھپت کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ پاکستان کے 120 اضلاع میں سے 74 (62 فیصد) اضلاع خالص دستیابی کے معاملے میں غذائی کمی کا شکار پائے گئے ہیں۔ یہ کمی نچلے درجے سے اُونچے درجے اور انتہائی درجے تک جاتی ہے۔ گندم پاکستان کی بنیادی خوراک ہے جس سے لوگوں کی حراروں کی ضرورت کا 48 فیصد حصہ پورا ہوتا ہے۔ خالص دستیابی کے حوالے سے گندم کی کمی دیکھنے میں آئی ہے۔ اس کمی کا تخمینہ سالانہ 3.2 ملین ٹن لگایا گیا ہے۔ کل 120 اضلاع میں سے صرف 48 (40 فیصد) اپنی ضرورت کی یا ضرورت سے زائد گندم پیدا کرتے ہیں۔

پاکستان میں گندم کی پیداوار و طلب

اضلاع	فاضل پیداوار کے اضلاع	خسارہ زدہ اضلاع	فاضل (29 اضلاع) خالص پیداوار (ہزار میٹرک ٹن)	خسارہ زدہ اضلاع میں اضافی ضرورت (ہزار میٹرک ٹن)	فاضل [+]خسارہ [-] (ہزار میٹرک ٹن)
پنجاب	20	4	2823.38	1601.67	1221.71
صوبہ سرحد	-	9	-	1745.63	-1745.63
سندھ	6	22	622.35	2181.55	-1559.20
بلوچستان	3	18	150.90	612.03	-461.13
شمالی علاقے	-	5	-	69.04	-69.04
آزاد جموں کشمیر	-	7	-	295.39	-295.39
فاٹا	-	7	-	313.60	-313.60
کل	29	72	3596.63	6818.91	-3222.28

ایف ایس اے2003ء

اس تجزیہ میں دستیابی کے حوالے سے صوبہ سرحد، شمالی علاقہ جات اور آزاد جموں و کشمیر کو خالص غذائی عدم محفوظ علاقوں کا درجہ دیا گیا۔

اس تحقیق سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بڑھتی ہوئی آبادی کے بوجھ

تلے دبے بڑے بڑے شہر بھی اس مسئلے سے بُری طرح متاثر ہو رہے ہیں۔ مثلاً فاضل گندم کی پیداوار کے صوبہ پنجاب کا صدر مقام لاہور جو کہ ضلع کی **80** فیصد آبادی کا گھر ہے، بھی دستیابی کے حوالے سے خالص غذائی طور پر غیر محفوظ علاقے میں شامل ہے۔

فصل کی بنیاد پر مجموعی غذائی دستیابی (علاوہ لائیوسٹاک کی مصنوعات) کے حوالے سے 120 میں سے 39 (32 فیصد) اضلاع میں فاضل پیداوار تھی، چھ (پانچ فیصد) خود کفیل تھے جبکہ 35 اضلاع (29 فیصد) انتہائی خسارے کا شکار تھے اور 40 اضلاع (33 فیصد) کم سے لے کر انتہائی درجے کے خسارے کا شکار تھے۔ [16]

ایف ایس اے 2003ء یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ غذائی دستیابی کے مقابلے میں غذا تک معاشی رسائی کے حوالے سے معاشی ناہمواری کے عوامل وسیع درجے کی عدم مساوات پیدا کرتے ہیں۔ اس معاشی ناہمواری کے عوامل میں خصوصاً زمین اور تعلیم اور ملازمت جیسے مواقع شامل ہیں۔ نتیجتاً غذا تک رسائی کے حوالے سے عورتیں، مزدور، بے زمین اور چھوٹے کسان بہت بُری طرح متاثر ہو رہے ہیں۔

مفید ملازمت کے حوالے سے زرعی شعبہ کی سکڑتی ہوئی استعداد ایک اور اہم عنصر ہے جو دیہی پاکستان میں روزگار کے مواقع پر اثر انداز ہو رہا ہے۔ مزید یہ کہ، چونکہ زمین کی زیادہ تر ملکیت چھوٹی سطح کی ہے مثلاً 120 اضلاع میں سے 105 (88

فیصداضلاع) میں کمزور کسانوں میں 30 فیصد ایسے کسان ہیں جو اوسطاً ایک ایکڑ سے بھی کم زمین رکھتے ہیں۔ لہذا چھوٹے کسان وسائل کے حصول اور معیشت کو سنوارنے کے لئے زرعی پیداوار کو ایک خاص حد سے آگے نہیں بڑھا سکتے۔ 120 میں کم آمدنی کے 96 (80 فیصد) اضلاع آمدن کے بہت کم اور انتہائی کم درجوں تک گرتے جا رہے ہیں جس سے کہ خوراک تک معاشی رسائی متاثر ہو رہی ہے۔ (17)

پاکستان میں فی کس آمدن

سطحِ آمدن	پنجاب	صوبہ سرحد	سندھ	بلوچستان	شمالی علاقے	آزاد جموں کشمیر	فاٹا	کُل
				اضلاع				
انتہائی کم	2	11	4	4	4	2	7	**34**
بہت کم	18	7	6	10	1	5	-	**47**
کم	7	3	2	3	-	-	-	**15**
رمیانی	3	3	5	5	-	-	-	**16**
یادہ	4	-	-	4	-	-	-	**8**
کل	**34**	**24**	**17**	**26**	**5**	**7**	**7**	**120**

پی ایس اے **2003** ء

غذا کا مؤثر حیاتیاتی استعمال یا غذا کے پچانے کو ایسے پیمانوں کی بنیاد پر ناپا جا سکتا ہے جن میں پینے کے صاف پانی تک رسائی، حفاظتی ٹیکوں کا استعمال، بچوں کی شرح اموات، صحت کے عملہ تک رسائی اور دیہی صحت کی سہولیات شامل ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ 120 میں سے صرف 11 (9 فیصد) پاکستانی اضلاع میں صورت حال کافی بہتر ہے جبکہ 45 (38 فیصد) اضلاع خوراک کو بچانے کے معاملے میں انتہائی نچلی سطح پر ہیں۔ اس صورت حال کو بڑھاوا دینے میں، علاوہ دیگر عوامل کے، پینے کے پانی تک بہتر رسائی کا نہ ہونا شامل ہے۔ مثلاً 120 اضلاع میں سے 113 (94 فیصد) اضلاع میں صرف 50 فیصد سے بھی کم آبادی کو پانی کا صاف پانی دستیاب ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ 50 فیصد آبادی پینے کے لئے غیر محفوظ پانی استعمال کر رہی ہے جو کہ ان کی خوراک کو آلودہ کر رہا ہے۔ (18)

دیہی پاکستان میں پینے کا صاف پانی

کل	فاٹا	آزاد جموں کشمیر	شمالی علاقے	بلوچستان	سندھ	صوبہ سرحد	پنجاب	اوسط
اضلاع								
32	2	-	-	11	2	1	16	0-10

11-20	9	4	13	9	-	-	2	37
21-30	8	5	1	3	3	3	3	26
31-50	1	11	-	-	2	4	-	18
50اور اس سے زائد	-	3	1	3	-	-	-	7
کل	34	24	17	26	5	7	7	120

ایف ایس اے2003ء

5 - لائحہ عمل کے امکانات

زرعی ترقی نے ملکی ترقی میں اہم کردار ادا کیا ہے اور یہ اب بھی مجموعی ترقی اور **غربت کو گھٹانے** کے لئے فیصلہ کن کردار ادا کررہی ہے۔ دیہی غربت کو کم کرنے کے لئے عالمی بینک کی رپورٹ میں مندرجہ ذیل امکانات تجویز کئے گئے ہیں۔

☆ با صلاحیت اور پائیدار زرعی ترقی کو فروغ دیا جائے تاکہ چھوٹے کسانوں کی آمدنی میں اضافہ ہو اور دیہی علاقوں کی غیر زرعی معیشت میں ترقیاتی روابط پیدا کیے جائیں۔ لائیوسٹاک خصوصاً پنجاب اور سندھ میں دودھ اور دودھ دینے والے جانوروں اور صوبہ سرحد میں بھیڑ بکریوں کی پیداوار کو بڑھانے کے لئے پروگرام تیار کئے جائیں جن سے دیہی غریبوں کی آمدنی اور ان کے غذائی تحفظ پر براہِ راست اثر پڑ سکتا ہے۔

☆ دیہی غیر زرعی شعبہ کے لیے روزگار کے مواقع اور آمدنی میں اضافہ کے لئے موزوں ماحول فراہم کیا جائے اور دیہی عوام کے لئے بنیادی ڈھانچہ، صحت اور تعلیم میں خدمات کی ادائیگی بہتر بنائی جائے۔ یہ ادارے ترقی کی بنیاد کے طور پر، خاندان کی بہبود کو بڑھانے اور غذائی تحفظ کے لئے فرائض ادا کریں۔

☆ اختیارات کی مرکزیت کا خاتمہ کرکے دیہی اداروں کے حکومتی نظام کو بہتر اور پُراثر بنایا جائے اور احتسابی نظام کو

لوگوں کی خواہشات کے مطابق مستحکم کیا جائے۔ اختیارات کو نچلی سطح پر منتقل کئے جانے کے پانچ سال گزرنے کے بعد بھی مختلف سطح پر حکومتی کردار اور فرائض کا نظام درہم برہم ہونے کے ساتھ ساتھ ان کا حلقہ اختیاربھی گڈ مڈ ہے۔

☆ غریبوں کو طاقتور بنایا جائے اور کمزور لوگوں کو تحفظ فراہم کیا جائے جس کے لئے انہیں سماجی طور پر متحرک کیا جائے اوران کے بچائو کے منصوبے بنائے جائیں۔ ان میں غربت کو گھٹانے اور انہیں غذائی تحفظ فراہم کرنے کے لئے ان کی آمدنی بڑھانے کی سرگرمیوں کے سلسلے میں پیداواری اثاثوں تک ان کی رسائی کو بہتر بنایا جائے۔

غذائی تحفظ کے بنیادی طور پر تین پہلو ہیں: غذائی اشیا کی مناسب فراہمی، غذا تک رسائی اور غذا کی مساویانہ تقسیم۔ خاندان کے غذائی تحفظ کو یقینی بنانے کے لئے ان تمام پہلوئوں سے متعلق خصوصی اقدامات اور موزوں ماحول درکار ہے۔ اقوامِ متحدہ نے پاکستان میں غذائی عدم تحفظ کو کم کرنے کے لئے پالیسی اور حکمتِ عملی اپنانے سے متعلق مندرجہ ذیل سفارشات پیش کی ہیں۔ (20)

قدرتی وسائل کا پائیدار اور باصلاحیت استعمال:

زمین: فصلوں سے بھرپور پیداوار حاصل کرنے کے لئے زمین سے متعلقہ مسائل مثلاً زمین کی زرخیزی میں کمی، زمین کا کٹائو، سیم اور تھور کے خاتمے کے لئے فوری توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ دوسری تجویز یہ ہے کہ کاشتکاری کے لئے نئی زمینیں حاصل کی جائیں۔ اس وقت ملک کی دریائی پٹی میں تقریباً 40 لاکھ ایکڑ زمین موجود ہے جسے مقامی بے زمین کسانوں میں بانٹ دینا چاہیئے۔ یہ زمین پہلے کبھی کاشت نہیں کی گئی اور یہاں پر پانی کی بھی کوئی کمی نہیں ہے۔ ان علاقوں سے منسلک مخصوص حالات خاص طور پر جنیاتی تنوع کو مدِنظر رکھنا چاہیئے۔

پانی: پاکستان کے مستقبل کے لئے نہری پانی کا باصلاحیت اورمؤثر استعمال بہت ضروری ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ حکومت مستقبل کی زرعی، ملکی اور صنعتی ضروریات کومدِنظر رکھتے ہوئے منصوبہ بندی کرے جس کے ماحول پر اثرات کو بھی پیش نظر رکھا جائے۔ غذائی پیداوار کو بڑھانے اور اس کی دستیابی کے لئے اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ حکومت زراعت کے لئے بروقت اور مناسب پانی کی دستیابی کو یقینی بنائے۔ صوبہ بلوچستان میں زیرِ زمین پانی کی سطح بہت نیچے چلے جانا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے جس کی وجہ وہاں پر بڑی

تعداد میں ٹیوب ویلوں کی تنصیب ہے۔ پانی کے باصلاحیت استعمال سے نہ صرف غذائی پیداوار میں اضافہ ہوگا بلکہ اس سے زیرِ زمین پانی کے پائیدار استعمال کو بھی یقینی بنایا جا سکتا ہے۔ ملک کے چولستان اور تھرپارکر جیسے بنجر علاقوں اور بلوچستان کے بیشتر علاقوں میں بہتر تکنیک کے ساتھ پانی کے استعمال سے اور دستیاب پانی کے مزید باصلاحیت استعمال سے بارانی پانی کا با صلاحیت استعمال کیا جا سکتا ہے۔ رود کوہی اور خشک پہاڑی علاقوں میں بارانی پانی سے فصلوں کی آبیاری اور پانی ذخیرہ کرنے کی حکمتِ عملی کو اولین ترجیح دی جانی چاہیئے۔ پانی کے بنیادی ذخائر کی استعداد کو بھی بڑھانا چاہیئے تاکہ ان سے زیادہ سے زیادہ بارانی پانی جمع کیا جا سکے اور بوقتِ ضرورت استعمال میں لایا جا سکے۔

طبعی اشیاء کا مناسب استعمال:

بیج: ترقی یافتہ بیج فصل کی پیداوار بڑھانے کا ایک اہم عنصر ہے لیکن بدقسمتی سے اس بیج کا استعمال گندم اور دیگر بڑی فصلوں کے معاملے میں 14 تا20 فیصد تک کم ہے۔ معیاری بیج کے استعمال سے غذائی فصلوں کی پیداوار میں خاطر خواہ اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

کھادیں: زیادہ پیداوار کے لئے نباتاتی اور غیر نباتاتی کھادوں کا مناسب استعمال بھی زمین کی زرخیزی برقرار رکھنے کے لئے بہت اہم ہے۔ کھادوں کو فصلوں کی علاقہ جاتی ضرورتوں کو مدِ نظر رکھ کر استعمال کیا جانا چاہیئے۔پودوں کے لئے استعمال ہونے والے موجودہ غذائی اجزاء نہ صرف غیر متوازن اور ناقص ہیں بلکہ ناکارہ بھی ہیں۔ نباتاتی اور غیر نباتاتی کھادوں کو ہم آہنگی کے ساتھ استعمال کرنے کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہیئے۔

قرضہ: مالی مشکلات کے باعث چھوٹے کسانوں کے لئے زرعی اشیاء کا حصول مکمل طور پر قرضہ کا مرہونِ منت ہے۔ قرضہ حاصل کرنے کا موجودہ نظام بہت پیچیدہ ہے اور عام کسانوں کی رسائی سے باہر ہے۔ اس نظام کو آسان بنانے کی فوری ضرورت ہے۔ زرعی قرضہ کی فراہمی وسیع بنیادوں پر ہونی چاہیے اور یہ اتنی لچکدار ہو کہ چھوٹے کسان بھی مختلف قسم کی سرگرمیوں کے لئے اسے حاصل کر سکیں۔ دیہی غیر زرعی خاندانوں بشمول دیہی غریبوں ، بے زمین کسانوں اور عورتوں کوقرضہ فراہم کیا جائے تاکہ وہ اپنی آمدنی بڑھا سکیں۔

کیڑے مار ادویات: پودوں کے بچائو کے لئے کیڑے مار ادویات کا بِلاامتیاز استعمال ہو رہا ہے-پودوں کی پائیدار حفاظت کے لئے کیڑوں کو تلف کرنے کے ایک ہم آہنگ بندوبست کو فروغ دینا چاہیئے- اس سلسلے میں پالیسیوں میں تبدیلی لانے اور ان پرعملدرآمد کے لئے مؤثر طریقہ کار وضع کرنے کی ضرورت ہے-

بڑی غذائی فصلوں کی پیداواری بڑھوتری:

گندم: گندم کی فصل سے 0.8 تا 5.5 ٹن فی ہیکٹرجھاڑ لیا جا رہاہے- اس سے صاف ظاہر ہے کہ بہتر انتظام کرنے سے یہ فرق کم کیا جا سکتا ہے اور نتیجتاً پیداوار میں واضع اضافہ کیا جا سکتا ہے- غذائی حفاظت میں خصوصی دلچسپی کے پیشِ نظر گندم کی پیداوار میں فوری اور پائیدار اضافہ ضروری ہے-

چاول: 2.56 ٹن فی ہیکٹر متوقع جھاڑ کے مقابلے میں چاول کا جھاڑ صرف 2 ٹن فی ہیکٹر ہے- جھاڑ میں یہ اضافہ کھیتوں کی سطح پر اچھی انتظامی سرگرمیوں کے ساتھ آسانی سے حاصل کیا جا سکتا ہے- وسیع اور مشینی بوائی کو فروغ دے کر اور بعد از کٹائی نقصانات کو گھٹا کر چاول کی پیداوار میں اضافہ کیا جا سکتا ہے-چاول کے سلسلے میں یہ حکمتِ عملی اپنائی جاسکتی

ہے کہ پانی کی زیادہ ضرورت کے پیشِ نظر انہی کھیتوں میں چاول کی کاشت کی جانی چاہئے جن سے پہلے ان کی فصل حاصل کی جا رہی ہو۔

مکئی: یہ فصل زیادہ تر سرحد اور پنجاب کے بارانی علاقوں میں کاشت کی جاتی ہے۔ اس کی موجودہ پیداوار تقریباً 1.7 ملین ٹن ہے۔ مکئی کی فصل غذائی تحفظ فراہم کرنے کے لئے اہم کردار ادا کر سکتی ہے کیونکہ اس کی کاشت ایسے (پہاڑی اور بارانی) غریب علاقوں میں کی جاتی ہے جو عام طور پر غذائی عدم تحفظ سے دوچار ہیں۔ مکئی میں انسانوں کے لئے غذائیت سے بھرپورخوراک بننے کے کافی امکان موجود ہیں۔ فی الوقت مکئی کی پیداوار استعداد سے بہت کم (12-10 ٹن کے مقابلے میں 1.5 ٹن فی ہیکٹر) حاصل ہو رہی ہے جس میں اضافہ کی ضرورت ہے۔

تیل دار بیج: تیل دار بیجوں کی مقامی پیداوار بہت کم ہے۔ تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ملک میں بڑی مقدار میں تیل درآمد کیا جاتا ہے۔ تیل دار فصلوں کی استعداد کو بہتر طور پر استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔ اس مقصد کے لئے تیل دار بیجوں والی فصلوں کے مؤثر مارکیٹنگ نظام کے قیام اور زیادہ جھاڑ والی نئی اجناس متعارف کرانے کے ذریعے مزید نفع بخش اور سازگار ماحول تخلیق کیاجائے۔

غیر محفوظ لوگوں کی نشاندہی اور ہدف:

غذا تک رسائی کے ضمن میں غذائی طور پر عدم تحفظ کے شکار لوگوں کی نشاندہی ضروری ہے۔ ملک میں غذا کی مجموعی فراہمی مناسب سطح کی ہونے کے باوجودبھی یہ لوگ مالی طور پر غریب ہیں اور مناسب خوراک حاصل کرنے سے قاصر ہیں ۔ مزید یہ کہ اس عمل کے ذریعے غذائی عدم تحفظ کے شکار اور کمزور لوگوں سے متعلق روابط،معلومات اور شماریاتی اعدادوشمار کو بہتر کیا جا سکے۔

کھیت پر اور کھیت سے باہر آمدن بڑھانے والی سر گرمیوں میں تنوع:

غریبوں اور خصوصاً عورتوں کی مالی قابلیت کو بڑھانے کے لئے ان کی کھیتوں پر اور کھیتوں سے باہر ہونے والی آمدنی کی سر گرمیوں کو گوناں گوں بنانے کی حوصلہ افزائی کی جائے تا کہ ان میں بنیادی غذائی اشیا خریدنے کے لئے قوتِ خرید پیدا ہو۔ قلیل مدتی نقدآور فصلوں کی پیداوار بڑھانے کے وسیع مواقع اور امکان موجود ہیں جیسا کہ سبزیاں جنہیں قریبی شہروں میں بیچا جاتا ہے۔ یہ کام شہروں اور شہروں کے گردونواح کی زمینوں پر زیادہ اچھے طریقے سے ہو سکتا ہے کیو نکہ شہروں کے قریب ہونے کی وجہ سے انہیں

اچھے داموں بیچا جا سکتا ہے۔ اس سرگرمی کو لائیوسٹاک اور گھریلو جانوروں کی ترقی کے ساتھ بھی ہم آہنگ کیا جا سکتا ہے۔ یہ بات کاشتکاری کے نظام کی مجموعی طور پر ہم آہنگ ترقی کا تقاضہ کرتی ہے۔

وسائل اور پیداواری قوتوں کا استحکام

غذائی طور پر غیر محفوظ لوگوں کی کمزور مالی صورتِ حال کو مدِنظر رکھتے ہوئے وسائل اور نرخوں کے بارے پالیسیاں اس طرح قائم کی جائیں کہ کھیتوں پر استعمال ہونے والی اشیاء اور پیداوار کی قیمتوں میں توازن ہو۔ اس ضمن میں اچانک اور بڑی تبدیلیوں اور اتار چڑھائو سے غریبوں کی خوراک تک رسائی لازمی طور پر متاثر ہوگی۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ کسان کو منڈی میں اپنی اشیاء کی منصفانہ قیمت ملے۔

بین الاعلاقائی اور دیہی- شہری عدم مساوات

ملکی سطح پر کافی غذائی پیداوار ہونے کے باوجود ملک کے کچھ علاقوں میں لوگوں کو شدید غذائی قلت کا سامنا کرنا پڑ رہاہے۔ اس غذائی قلت کو ان علاقوں میں غذائی تحفظ کے لئے سب سے بڑا خطرہ سمجھا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں، شہروں کی آبادی بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے جہاں پر کہ کم ہوتی

ہوئی معاشی سرگرمیوں کے باعث شہری کچی آبادیاں انتہائی تیزی سے بڑھ رہی ہیں جن میں لاکھوں کی تعداد میں غذائی عدم تحفظ کے مارے لوگ رہتے ہیں اور جن میں ایسے خاندان بھی ہیں جن کی پال پوس عورتیں کرتی ہیں۔ دیہی علاقوں میں بھی اسی تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کے باعث غذائی عدم تحفظ کی صورتِ حال بہت تلخ ہو گئی ہے۔ ایسی صورتِ حال سے نپٹنے کے لئے دیہی معاشروں کے اپنے روائتی طریقہ کار تھے جن سے لوگ شہروں میں آ کر محروم ہو گئے ہیں اور ان طریقوں کا شہروں میں بہت کم نعم البدل ہے اور جو ہے وہ بھی بہت زیادہ قابلِ بھروسہ نہیں۔ اس صورت سے شہروں میں رہنے والے غذائی عدم تحفظ کے شکار لوگوں کا معاملہ انتہائی پیچیدہ ہو گیا ہے۔ زراعت اور اس سے متعلقہ بنیادی دیہی ڈھانچے میں سرمایہ کاری سے زیادہ آبادی دیہاتوں میں رہ سکتی ہے جس سے نہ صرف ان کے اپنے علاقے مستفید ہونگے بلکہ مستقبل میں شہروں کی جانب ہونے والی نقل مکانی سے بھی بچا جا سکتا ہے۔

زمین کی تقسیم اور وسائل و ذرائع تک رسائی:

زمینی وسائل کی تقسیم بہت ٹیڑھی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ

بڑے کسانوں کو تو پانی اور قرضوں جیسے وسائل تک آسان رسائی حاصل ہے۔ جبکہ چھوٹے کسان وسائل کی کمی کا شکار ہیں۔حتٰی کہ چھوٹے کسانوں میں بھی ایسے لوگوں کی حالت کو سنوارنے کی ضرورت ہے جو سب سے غریب ہیں یعنی جن کے پاس ایک ہیکٹر یا اس سے بھی کم زمین ہے۔ لہذا، چھوٹے کسانوں کی اکثریت کو زمین، پانی اور دیگر زرعی اشیاء تک رسائی کو آسان بنانے پر زیادہ زور دینا چاہیئے۔ اس سے ملک کی مجموعی زرعی ترقی کو مدد ملے گی۔

صنفی نا برابری:

صنف میں نابرابری بہت نمایاں طور پر نظر آ رہی ہے۔ دیہی علاقوں میں عورتیں عام طور پر ان پڑھ ہیں اور وسائل کو مرد کنٹرول کرتے ہیں حالانکہ عورتیں غذائی پیداوار کے سلسلے میں بہت محنت کرتی ہیں۔ اس طرح وہ خود اپنے اثاثے بنانے کے قابل نہیں ہوتیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عورتوں اور بچوں خصوصاً لڑکیوں پر زیادہ توجہ مرکوز کی جائے تاکہ انہیں خاندان کے دوسرے افراد کے برابر لایا جاسکے۔

مہارتوں کو بڑھانا اور ترقی سے واقفیت:

مہارتوں میں اضافہ اور تعمیرِ استعداد برابری کے اہم عوامل ہیں۔ تربیت

یافتہ کسان خوراک سے متعلقہ چھوٹے کاروباروں کو زیادہ اعتماد سے چلا سکتے ہیں جس سے ان کی معاشی ترقی میں مدد ملے گی۔ چھوٹے کاروبار چلانے کے لئے کسان مردوں اور عورتوں کی استعداد کو بڑھانا چاہیئے۔

خوراک کی غذائیت کو بہتر بنانا:

خاندان کے تمام افراد کے لئے غذائی تحفظ کو یقینی بنانے کا تعلق نہ صرف غذا کی دستیابی سے ہے بلکہ اس سلسلے میں یہ بات بھی اہم ہے کہ آیا غذا صارفین کو ضروری قوت بخش اجزاء فراہم کر رہی ہے کہ نہیں۔متوازن اور معیاری غذا کے استعمال اور صنفی نابرابری کا خاتمہ کرکے غذائی تحفظ کے ضمن میں غذائیت کے پہلوئوں کو ترقی دی جاسکتی ہے۔ غذائیت سے بھرپور خوراک کے سستے نعم البدل کی تلاش اور اسے فروغ دینا بہت ضروری ہے۔

سبزیوں اور دالوں کی پیداوار:

ضروری لحمیات اور حیاتین حاصل کرنے کے لئے گھریلو سطح پر کچن گارڈننگ کے ذریعے سبزیوں کی پیداوار کو فروغ دینا چاہئے۔ ان اشیاء کو مارکیٹ سے خریدنے کے لئے غریب اور چھوٹے کسانوں

کے پاس مالی وسائل نہیں ہوتے۔ وہ اناج پر بہت زیادہ انحصار کرتے ہیں جس سے ان کی حراروں کی ضرورت تو پوری ہو جاتی ہے لیکن اس میں غذائیت کی کمی ہوتی ہے۔ سبزیوں اور دالوں کی کاشت سے ان میں غذائیت کی کمی دور ہو گی۔ اسی طرح دالیں گوشت کا نعم البدل ہو سکتی ہیں کیونکہ گوشت تو عموماً غریب کسانوں کی پہنچ سے باہر ہوتا ہے۔

دیہی سطح پر مرغ بانی اور گھریلو جانور پالنا:

گھریلو سطح پر مرغ بانی لحمیات حاصل کرنے کا ایک اور اہم ذریعہ ہے جسے خوراک کو غذائی لحاظ سے بہتر بنانے کے لئے فروغ دیا جا سکتا ہے۔ اس لحاظ سے دیہی پولٹری کو دیہی علاقوں کی ترقی کے ایک وسیلے کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ عورتیں اسے بہت اچھے طریقے سے کر سکتی ہیں جیسا کہ اسے بیوائوں کی صنعت کہا جاتا ہے۔ اس سے شہروں کے مضافاتی علاقوں کو لازماً استفادہ حاصل ہو گا۔ چھوٹے کسان اور بے زمین لوگ ہی بنیادی طور پر چھوٹے گھریلو جانور پالتے ہیں۔ ان کے لئے یہ نقد آور ہونے کے ساتھ ساتھ غذائیت کا وسیلہ بھی ہیں۔ اس سلسلے میں ممکنہ اقدام میں نرم شرائط پر قرضہ کی فراہمی بھی شامل ہے۔ علاقوں اور دستیاب خوراک کے مطابق درست جانوروں کا انتخاب

بھی مدد گار ثابت ہو سکتا ہے۔

ماہی پروری:

ماہی پروری کا شعبہ آمدنی میں خاطر خواہ اضافہ کر سکتا ہے کیونکہ اسے بنیادی طور پر شہری، شہروں کے مضافاتی، اور بنیادی ڈھانچہ رکھنے والے دیہی علاقوں میں شروع کیا جاسکتا ہے۔ غذائی طور پر غیر محفوظ علاقوں خصوصاً ناکارہ اور سیم زدہ زمینوں میں نجی سطح پر مچھلیوں کے فارم بنانا مستقبل کی اچھی سرمایہ کاری ثابت ہو سکتا ہے۔

6 -امدادی ضروریات

پالیسیوں کے بگاڑ کا خاتمہ:

نچلی سطح پر موجود معاشی نظام پر مسلسل نظر ثانی کرتے رہنے کی ضرورت ہے تاکہ زراعت کے بارے موجود پالیسیوں میں موجود تعصب کو ختم کیا جا سکے۔ پالیسیوں کابگاڑ نہ صرف بڑی فصلوں کی قیمتوں کو گھٹا دیتا ہے بلکہ اس کے نتیجے میں مختلف سالوں کے دوران ان قیمتوں میں بڑے پیمانے پر اتارچڑھائو ہوتا رہتا ہے۔ اس وقت ایک ایسی پالیسی کی ضرورت ہے جس کے تحت ایسے اتار چڑھائو کو کم سے کم سطح پر رکھا جا سکے۔ حکومت کو چاہیے کہ عوامی شعبہ میں درست بنیادوں پر سرمایہ کاری کرے کیونکہ اس کے نتیجے میں زراعت میں نجی سرمایہ کاری کو بڑھاوا ملتا ہے۔

دیہی بنیادی ڈھانچہ کی فراہمی:

دیہی بنیادی ڈھانچہ اور انسانی وسائل کو خصوصاً ایک ایسے معا شرے میں 'عوامی بھلائی' کے عوامل سمجھا جاتا ہے جو بڑی تعداد میں چھوٹے کسانوں اور غریب لوگوں پر مشتمل ہو۔ با صلاحیت دیہی بنیادی ڈھانچے خصوصاً سڑکوں، بجلی، پینے کے صاف پانی اور تعلیم اور صحت کی سہولیات کی فراہمی سب سے اہم ذرائع

ہیں جن سے کسانوں اور دیہاتوں میں رہنے والے غیر زرعی غریب افراد کو درپیش مشکلات کو کم کیا جا سکتا ہے۔

انسانی وسائل کی ترقی:

دیہی ترقیاتی پروگرام کی کامیابی کے لئے خواندگی کو بڑھانا ایک لازمی شرط ہے۔ انسانی وسائل کی ترقی کے لئے اس امر کی بھی ضرورت ہے کہ چھوٹی سطح پر کاروبار کرنے والے کسانوں اور کارکنوں کو پیشہ ورانہ تربیت دی جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ زرعی کالجوں اور یونیورسٹیوں کے معیار کو بھی بہتر بنایا جائے تاکہ وہ بہتر تحقیق اور توسیعی افرادی قوت پیدا کر سکیں۔

تحقیق اور امدادی خدمات برائے توسیع:

تحقیق کے نظام پر اس کے دائرہ اختیار، ترجیحات، انتظام، افرادی قوت کی منصوبہ بندی اور ترقی کے حوالے سے مکمل طور پر نظرثانی کرنے کی ضرورت ہے۔ قیمتی فصلوں، لائیوسٹاک، ماہی پروری، جنگلات کے تحفظ، فصلوں کی کٹائی کے بعد کے انتظامات، نہری پانی کے انتظام اور زمین سے متعلقہ مسائل کے انتظامات پر تحقیق کو اولین ترجیح دی جانی چاہئے۔ صوبائی توسیعی خدمات کو بھی درست کرنے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں ٹیکنالوجی کے

استعمال اور اپنا پیغام پہنچانے کے لئے نشریاتی وسائل کے استعمال پر مزید توجہ دی جانی چاہیئے۔ گروہی شمولیت کے طریقہ کار کو استعمال کرتے ہوئے درمیانے اور نچلے درجے کے کسانوں پر توجہ دی جائے اور تحقیقی اداروں کے ساتھ اس کے روابط کو مستحکم کیا جائے۔ (20)

غذائی جمہوریت بمقابلہ غذائی آمریت

بھارت کے بھرپور حیاتیاتی تنوع اور کھانوں میں صرف پھلی دار اجناس ہی پروٹین کا واحد ذریعہ نہیں ہیں۔ ہمارے یہاں عام طور پر کھائے جانے والے 'دال چاول' اور 'دال روٹی' پروٹین سے بھرپور ہیں۔ دالوں سے ہمیں جنیاتی طور پر تیار کئے گئے آلوئوں کی نسبت کہیں زیادہ پروٹین حاصل ہوتی ہے۔ دالیں ہماری پائیدار زراعت کے لئے بھی ضروری ہیں کیونکہ یہ زمین میں نائٹروجن کی کمی کو پورا کرتی ہیں اور یہ نائٹروجن والی کیمیائی کھادوں کا ایک ماحولیاتی نعم البدل ہیں۔ سبز انقلاب کے پھیلائو سے گندم اور چاول کی مسلسل کاشت کو ترجیح دینے کے ساتھ دالوں کی کمی پیدا کرکے انہیں مہنگا کر دیا گیا۔ صرف (بھارتی) پنجاب میں 1966-67ء سے 1985-86ء کے دوران دالوں کا زیرِ کاشت رقبہ 13.38 فیصد سے کم ہو کر 3.48 فیصد رہ گیا۔ روائتی

کاشتکاری اناجوں اور دالوں کے امتزاج کی بنیاد پر کی جاتی تھی۔ اس ضمن میں 'نو دانیہ' جیسے نئے منصوبے اس عمل کی بحالی کی اچھی مثال ہے جس میں فصلوں کو دالوں کے ساتھ ملا جلا کر کاشت کیا جا رہا ہے تاکہ غذائیت کے تحفظ اور ماحولیاتی تحفظ کو بڑھایا جا سکے۔

جنیاتی طور پر تیار کی جانے والی خوراک فطرتاً غذائی آمریت سے منسلک ہے۔ اس سلسلے میں اولین سطح کی پابندیاں اس حقیقت سے ظاہر ہوتی ہیں کی جنیاتی کاروبار کرنے والی چند کمپنیاں مثلاً مونسینٹو (Monsanto)، سنجنٹا (Syngenta)، اوِنٹس (Aventis)، ڈؤ (Dow) اور ڈیوپوٹ کنٹرول (Dupotcontrol)زرعی حیاتیاتی ٹیکنالوجی کو کنٹرول کرتی ہیں۔ دوسری سطح کی پابندیوں میں جنیاتی طور پر تیار کئے گئے بیجوں اور پودوں کے ملکیتی حقوق کی اجارہ داری شامل ہے۔ تیسری سطح کی پابندیاں معلومات تک رسائی اور انتخاب کی آزادی کو دبا کر تخلیق کی جاتی ہیں۔ جنیاتی طور پر تیار کی جانے والی فصلوں کی کاشت صرف انہیں علاقوں میں بڑھ رہی ہے جہاں پر ان کمپنیوں کے کنٹرول اور ان پر انحصار کئے جانے کے باعث کسانوں کو معلومات اور انتخاب کی آزادی سے محروم کیا جاتا ہے۔ جنیاتی طور پر تیار کئے جانے والی غذائیں وسیع پیمانے پر کھانے پینے کی اشیائبیچنے والی کمپنیوں کی

مصنوعات میں شامل ہو گئی ہیں جہاں پر صارفین کو آگاہی حاصل کرنے اور انتخاب کے حق سے محروم کر دیا گیا ہے۔ امریکی کسان کھیتوں پر استعمال ہونے والی اشیا اور پیداوار کو بیچنے کے ضمن میں کمپنیوں کے کنٹرول میں بہت بُری طرح جکڑے جا چکے ہیں۔ ان کمپنیوں کی جانب سے جنیاتی غذائوں پر لیبل درج نہ کرنے کے ساتھ امریکی شہریوں کو غذائی آزادی اور غذائی جمہوریت سے محروم کر دیا گیا ہے۔

وندنا شیوا

7 - حوالہ جات

1- Daily Times, Lahore, May 4, 2007

2- Food Security in the Global Age: South Asian Dilemma, 2001, SAWTEE, Pro-Public and CI-ROAP, Kathmandu

3- International Campaign on the Right to Food, Actionaid International, Campaign Strategy, 2007-2011

4- Global hunger and food security after the World Food Summit, ODI Briefing Paper, 1997 (1), London: Overseas Development Institue

5- Rome Declaration on World Food Security and World Food Summit Plan of Action, 13-17 November, 1996, Rome

6- Article, Business Recorder, Karachi, October 16, 2004

7- Food Insecurity in Rural Pakistan 2003, World Food Program (WFP) Pakistan, SDPI, Islamabad

8- United Nations Statement on Food Security in Pakistan 2000, United Nations System in Pakistan, Islamabad

9- Mazhar Arif, Land, peasants and Poverty: Equitable LandReforms in Pakistan, 2004, The Network Publications, Islamabad

10- United Nations Statement on Food Security in Pakistan 2000, United Nations System in Pakistan, Islamabad

11- National Coordinated Wheat Programme, Briefing Paper, Pakistan Agricultural Research Council (NARC), Islamabad

12- World Bank, Rural Poverty Report on Pakistan, April 2007

13- Ibid

14- Ibid

15- United Nations Statement on Food Security in Pakistan 2000, United Nations System in Pakistan, Islamabad

16- Food Insecurity in Rural Pakistan 2003, World Food Program (WFP) Pakistan, SDPI, Islamabad

17- Ibid

18- Ibid

19- World Bank, Rural Poverty Report on Pakistan, April 2007

20- United Nations Statement on Food Security in Pakistan 2000, United Nations System in Pakistan, Islamabad